حالم (نمرہ احمد)

بائیسواں باب:

''وقت مہربان''

اس کی بند آنکھوں کے پار صرف اندھیرا تھا۔ذہن کا پردہ کسی بھی خواب سے خالی تھا۔

کھڑکی کے باہر کسی کار کا ہارن سنائی دیا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔پھر ارد گرد دیکھا۔

وہ قدیم ملاکہ میں نہیں تھی۔وہ کے ایل کے ایک موٹل روم میں نیند سے جاگی تھی۔اور نیند بھی ایسی جو خوابوں سے خالی تھی۔

وہ گزشتہ رات جونکر اسٹریٹ کے ایک مین ہول سے واپس اپنی دنیا میں آئی تھی۔اور یہاں آ کے معلوم ہوا تھا کہ باقی ساری دنیا آگے بڑھ چکی تھی۔وہ پیچھے رہ گئی تھی۔ایسے جنگجو کی مانند جو میدان جنگ میں پیچھے دیکھنے کی غلطی کی پاداش میں نمک کا مجسمہ بنا دیا جاتا ہے۔دوست اور دشمن....ہارتے جیتتے....جھنڈے گاڑتے آگے بڑھتے جاتے ہیں....اور وہ نمک کا مجسمہ وہیں کھڑا رہ جاتا ہے۔زمان ومکان کی قید سے آزاد۔

''چھے سال۔وقت نے میرے چھے سال چھین لیے۔''اس نے تنفر سے کھڑکی کے پار دیکھا جہاں نئے دن کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔

لوگ کہتے تھے وقت سب سے بڑا مسیحا ہوتا ہے۔وقت زخم مندمل کر دیتا ہے۔وقت یہ۔وقت وہ۔لیکن کوئی تالیہ بنت مراد سے پوچھتا تو وہ کہتی 'کہ وقت قطعاً مہربان نہیں تھا بلکہ وقت سے زیادہ ظالم کوئی نہیں تھا۔

وہ قدیم ملاکہ سے جدید دنیا میں صرف ایک پوٹلی کے ساتھ آئی تھی جس میں چند زیورات تھے یا سونے کے سکے۔جدید زمانے کی کرنسی اس کے پاس نہ تھی لیکن اسے اپنے چند کریڈٹ کارڈز کے نمبرز یاد تھے۔رات جب اس نے انہیں استعمال کرنا چاہا تو وہ کام نہیں کر رہے تھے۔شاید ایکسپائر ہو گئے تھے۔

پھر اس نے وہی کیا جو اسے کرنا آتا تھا۔بس اسٹیشن پہ کسی کے پرس میں ہاتھ ڈالا....تو کسی کا بٹوہ ڈھیرے سے نکالا۔آج

کوئی اس کو موردِ الزام نہیں ٹھہرا سکتا تھا۔ آج اسے کسی نہ کسی طرح سروائیو کرنا تھا۔

رات کے تیسرے پہر وہ کے ایل پہنچی۔ شہر کی فصیل ہو یا بس اسٹاپ..... کہیں کوئی تالیہ مراد کی تاک میں نہ بیٹھا تھا۔ پچھلے سال بعد نہ اس کے ''پولیس کو مطلوب'' والے پوسٹرز وہاں تھے نہ کسی کو وہ یاد تھی۔

پچھلی دفعہ فاتح اسے بھولا تھا۔ اس دفعہ ساری دنیا اسے بھول گئی تھی۔

کے ایل پہنچ کے وہ اپنی اسٹریٹ میں پہنچی تو اسے دھکا سا لگا۔ حالم کا بنگلہ وہاں نہیں تھا۔ اس کی گرفتاری کے وقت حکومت نے اس کے اثاثے ضبط کر لیے تھے۔ بعد میں قانونی یا غیر قانونی طور پہ اس کے گھر کو غالباً سرکاری املاک شمار کر کے اس کو منہدم کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ اب وہاں ایک سرکاری دفتر بنا تھا۔ اس کا گھر اس کا نہیں رہا تھا۔ وقت.....وقت نے اس کے ساتھ بہت ناانصافی کی تھی۔

پہلی رات ایک فرضی نام کے ساتھ موٹل میں گزار دی۔ صبح میں وہ نیچے ریسپشن پہ آئی تو ریسپشنسٹ نے مسکرا کے اسے سلام کیا۔ وہ بھی مسکرا دی۔ سیاہ بالوں کو پونی میں باندھے' آنکھوں پہ چشمہ لگائے' وہ سفید ٹراؤزرز پہ گھٹنوں تک آتا سیاہ کوٹ پہنے ہوئے تھی۔ وہ ریسپشنسٹ سے آنکھ نہیں ملا رہی تھی مگر تھوڑی دیر بعد اسے احساس ہوا کہ کوئی اسے نہیں پہچانتا تھا۔ کسی کو اس میں دلچسپی نہ تھی۔

تالیہ موٹل سے باہر نکلی اور ٹیکسی میں بیٹھی۔ اسے آج شہر میں مختلف جگہوں پہ چھپائے اپنے ''گو بیگز'' ڈھونڈنے تھے۔ کرنسی' پاسپورٹ' چند ضروری چیزیں جو برے وقت میں کام آتی تھیں۔ اور برا وقت آن پہنچا تھا۔

سڑک پہ بھاگتی ٹریفک..... گاڑیوں کا شور..... بہت تیزی سے چلتی دنیا..... ہر شے اس کے اندر عجیب سا خوف پیدا کر رہی تھی۔

ریلوے اسٹیشن کا لاکر خالی تھا۔ اتنے برس گزرنے کے بعد اس کا گو بیگ وہاں کیسے موجود ہو سکتا تھا؟ ہونہہ۔ دوسری منزل ایک بینک اکاؤنٹ کا سیف تھا۔ جس آئی ڈی کارڈ پہ اس نے یہ بینک میں یہ سیف لیا تھا' وہ آئی ڈی کارڈ ایک پوسٹ آفس کے لاکر میں چھپا کے رکھا تھا۔ مگر وہ وہاں گئی تو وہ کارڈ بھی وہاں موجود نہیں تھا۔ انسانوں نے چھپے خزینے کب چھوڑے ہیں؟ جس کو جہاں موقع ملا' ہاتھ صاف کر لیا۔

اور اب اسے اپنا آخری گو بیگ ڈھونڈنا تھا اور وہ جانتی تھی' وہ وہیں ہو گا جہاں اس نے اسے چھپایا تھا۔

جب رات گہری ہو گئی تو وہ اس قبرستان گئی جہاں اس نے اپنا سب سے قیمتی گو بیگ چھپایا تھا۔ وہ قبر اب بھی ویسی تھی۔ اس پہ نصب صلیب اسی طرح کھڑا تھا۔ سیاہ ہڈی میں ملبوس تالیہ نے کدال سے قبر کھودنی شروع کی۔

اندر ایک لکڑی کا تابوت تھا جس کے اوپر ہر جگہ مٹی لگی تھی۔ تالیہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ ڈھکن ہٹایا۔

اس کا گو بیگ اندر موجود تھا۔ اس نے تیزی سے زپ کھولی۔

پاسپورٹ' آئی ڈی' نوٹوں کے بنڈل' اور چند سفری دستاویزات۔ سب کچھ پلاسٹک کی تہوں میں محفوظ تھا۔ تالیہ نے ایک تھکی ہوئی سانس خارج کی اور اندھیر آسمان کو دیکھا۔

اس رات اپنے موٹل روم میں بیٹھے اس نے سوچا... اسے فاتح سے بات کرنی تھی۔ ایڈم سے بات کرنی تھی۔ داتن سے بات کرنی تھی۔ انسان بات کیے بغیر چوبیس گھنٹے نہیں گزار سکتا... اور اس کو کسی سے ڈھنگ سے بات کیے بنا تمیں گھنٹے ہونے کو آئے تھے۔

فاتح' ایڈم' داتن.... کسی کا پرانا نمبر اب استعمال میں نہ تھا۔ فاتح کے ای میل ایڈریس پہ ای میل جا کے پلٹ آئی کیونکہ وہ ایڈریس اب بلاک ہو چکا تھا۔ سیکیورٹی پروٹوکول شاید۔ اُف۔ ایڈم کا ای میل اسے یاد نہ تھا۔ داتن کو اس نے ایک میسج بورڈ پہ پیغام چھوڑا اور پھر پوری رات بار بار اس میسج بورڈ کو چیک کرتی رہی۔ کوئی ردعمل' کوئی جواب' کچھ بھی اس کی طرف نہ آیا۔

رات کے تیسرے پہر تالیہ نے ایک دفعہ پھر وان فاتح کو گوگل کرنا شروع کیا۔ وہ اس کی ہر ویڈیو' ہر تصویر میں اس کے چہرے پہ بے قراری سے کوئی تاثر ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہیں اس نے تالیہ کا نام لیا ہو.... کہیں اس نے کہا ہو کہ وہ اس کو یاد کرتا ہے.... لیکن ایسا کچھ نہ تھا۔ پرائم منسٹر بننے کے بعد اس نے انٹرویوز دینے چھوڑ دیے تھے۔ پچھلے سالوں میں درجن بھر سے زائد انٹرویوز اسے نہیں ملے تھے۔ البتہ تقاریر بہت تھیں۔ ان کا وہ کیا کرتی؟

وہ وزیراعظم تھا۔ ملک کا سب سے طاقتور آدمی۔ اس تک رسائی ناممکن تھی۔ ایک عام لڑکی بھلا کیسے اس تک کوئی پیغام پہنچا سکتی تھی؟

اس نے ایڈم بن محمد کو سرچ کیا۔ وہ سلیبریٹی والی زندگی گزار رہا تھا۔ ایوارڈ شوز' انٹرویوز' بک سائیننگ تقاریب.... وہ اپنی دنیا میں گم تھا۔ البتہ اس نے شادی نہیں کی تھی۔ ایک انٹرویو میں اینکر نے اس وجہ پوچھی تو وہ اس بات پہ اداسی سے مسکرا دیا۔ بیڈ پہ بیٹھی' موبائل پہ انٹرویو دیکھتی تالیہ دم سادھ کے اس کا جواب سننے لگی۔

اسکرین پہ ایڈم ایک آرام دہ صوفے پہ بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ اس نے نیلی جینز پہ سفید ہائی نیک پہن رکھی تھی اور ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' بازو صوفے کی پشت پہ پھیلا رکھا تھا۔ ایڈم کی پشت پہ دیوار میں کتابوں سے سجے شیلف بنے تھے۔ یہ اس کی اسٹڈی تھی جس کے وسط میں رکھے صوفوں پہ ایڈم اور خاتون اینکر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

جب کیمرہ خاتون اینکر کو دکھاتا (جو ایڈم سے شادی کے متعلق سوال پوچھ رہی تھی) تو اس کے پیچھے اسٹڈی کا وہ حصہ نظر

آتا جہاں اسٹڈی ٹیبل اور اونچی کرسی رکھی تھی۔ میز پہ ٹیبل لیمپ رکھا تھا۔ پین ہولڈر۔ چند ترتیب سے رکھی کتابیں اور لیپ ٹاپ۔ یہاں بیٹھ کے وہ کتابیں لکھتا ہوگا۔ اور کتابیں پڑھتا ہوگا۔

ساری دنیا سے ہٹ کے وہ اس میز پہ بیٹھا' کتابوں میں پناہ ڈھونڈتا ہوگا۔ اوہ پیارا ایڈم بن محمد۔ وہ اس سے کیسے رابطہ کرے۔

اینکر کی آواز پہ اس کا ارتکاز ٹوٹا۔

''آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟ یا پھر.... کب کرنے کا ارادہ ہے؟''

وہ مسکرایا اور ہلکے سے شانے اچکائے۔ ''کوئی ملا ہی نہیں جس کے بارے میں سوچتا۔ شاید مجھے ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم کہ میں لائف پارٹنر میں کیا تلاش کر رہا ہوں۔''

گفتگو کا رخ وان فاتح اور موجودہ حکومت کی طرف مڑ گیا تو ایڈم نے ہلکے سے شانے اچکائے۔

''پردھان منتری اس سے اچھا پرفارم کر سکتے تھے۔ اس سے بہتر پالیسیز بنا سکتے تھے۔ لیکن پانچ سالوں میں انہوں نے ڈھنگ سے ایک بل پاس نہیں کروایا۔''

''کیا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے پاس پچھلی حکومت میں واضح اکثریت نہیں تھی؟''

''چلیں اس دفعہ تو ہے۔ میرے جیسے لوگ اب دیکھنا چاہیں گے کہ اس دفعہ وان فاتح کیا کرتے ہیں۔'' اس کے انداز میں اجنبیت اور بے گانگی تھی۔ تالیہ کو عجیب سا احساس ہوا۔ کیا وہ دونوں اب دوست نہیں رہے تھے؟ کیا ایڈم نے فاتح کی مخالفت شروع کر دی تھی؟ ظالم وقت نے ان دونوں کی دوستی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ وہ الجھ کے رہ گئی تھی۔

اس نے ایڈم اور فاتح کا نام لکھ کے گوگل کیا تو سامنے ایڈم کے کئی آرٹیکلز کھل گئے جن کی شہ سرخیاں وان فاتح پہ کھلم کھلا تنقید کرتی نظر آتی تھیں۔ اس نے موبائل بے دلی سے سائیڈ ٹیبل پہ ڈال دیا۔

وہ کس سے بات کرے؟ داتن' فاتح اور ایڈم کے علاوہ صرف ذوالکفلی تھا لیکن جس طرح تالیہ نے اسے دھوکہ دیا تھا' وہ اس کے پاس نہیں جا سکتی تھی۔ اس سارے شہر میں اور کون تھا جس سے وہ بات کر سکتی تھی؟

صرف ایک نام تھا جو ذہن میں آتا تھا۔ اسے اس ایک شخص کا پتہ تلاش کرنا تھا۔ کم از کم یہ کام تھا جو وہ چھے سال بعد بھی کر سکتی تھی۔

☆☆=========☆☆

کے ایل کے ایک پوش علاقے میں بنے اس گھر کی چھت مخروطی تھی۔ آج صبح کاذب کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی تیز

بارش ہوئی تھی۔اس لیے مخروطی چھت کے کناروں سے پانی کے قطرے ہنوز ٹپک رہے تھے۔سامنے پھیلا چھوٹا سالان بھی ابھی تک گیلا تھا۔

تالیہ نے دروازے پہ لگی بیل بجائی اور پھر جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑی انتظار کرنے لگی۔اس نے لمبے رین کوٹ کی ہڈ سر پہ ڈال رکھی تھی اور احتیاط سے ادھر ادھر بھی دیکھتی تھی۔دفعتاً دروازہ کھلا اور گھر کا مالک باہر نکلا۔

''یس؟''انہوں نے رسمی انداز میں سامنے کھڑی لڑکی سے پوچھا۔پھر ٹھٹک کے رکے۔آنکھوں کی پتلیاں سکوڑیں۔بمشکل دو سیکنڈ لگے تھے انہیں تالیہ مراد کو پہچاننے میں۔وہ چند لمحے کچھ بول نہ سکے۔

''تالیہ مراد؟''

''جی پراسیکیوٹر احمد نظام۔میں تالیہ ہوں۔لانگ ٹائم' ہاں؟''وہ آزردگی سے مسکرائی۔

احمد نظام پہلے سے زیادہ بوڑھے اور دبلے ہوگئے تھے۔کتنی ہی دیر تحیر سے اسے دیکھتے رہے۔پھر سر جھٹکا۔

''میں اب پراسیکیوٹر نہیں ہوں۔''

''جانتی ہوں۔آپ ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ایک پرائیوٹ وکیل کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔اور ان پچھلے سالوں میں آپ نے تین گھر بدلے ہیں اس لیے پتہ معلوم کرنے میں مجھے پورا دن لگا۔اندر آسکتی ہوں؟'' انہوں نے بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھتے ہوئے راستہ چھوڑ دیا۔کیا یہ لڑکی واقعی وہی تالیہ تھی؟آج بھی ویسی ہی تھی۔نہ اس کی صورت بدلی تھی نہ انداز۔

مگر نہیں۔وہ خوفزدہ تھی۔اس کو اپنے سٹنگ روم میں بٹھا کے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے احمد نظام نے سوچا۔وہ چونکی سی بار بار اطراف میں دیکھتی تھی۔کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔احمد نظام نے جالی دار پردے ہٹائے تو سبزلان دکھائی دینے لگا۔وہ کھڑکی کے مقابل صوفے پہ بیٹھی تھی۔اس کی نظر بیک وقت کھڑکی اور داخلی دروازے دونوں پہ تھی۔

''اتنے سال بعد.....کیسے آئیں آپ'تالیہ؟''

''بس یوں سمجھیں کہ وقت میرے لیے بہت سفاک ثابت ہوا ہے۔''تالیہ نے بھیگی ہوئی ہڈ پیچھے ڈالی۔اور چہرے پہ آتی لٹیں کان کے پیچھے اڑسیں۔وہ اداس اور مضطرب لگتی تھی۔

''اتنے سال کہاں رہیں آپ؟''

''جانتی تھی آپ کا پہلا سوال یہی ہوگا۔ہر اس شخص کا پہلا سوال یہی ہوگا جس سے میں آج کے بعد ملوں گی۔اس لیے اس کا جواب گھڑ لیا ہے میں نے۔یوں سمجھیں کہ ایک دوسرے ملک میں پھنس گئی تھی جہاں سے اتنے برس تک میں نکل ہی نہ پائی۔اب بالآخر نکلی ہوں تو فوراً کے ایل کا رخ کیا۔''

''اور کیا یہ سچ ہے؟'' اپنی ابتدائی حیرت پہ قابو پا کے اب وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

''یہ سچ کے قریب ترین ہے۔ سچ پہ آپ یقین نہیں کریں گے۔''

تالیہ نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

سادہ شرٹ اور پینٹ میں ملبوس وہ اسے بہت مختلف لگے تھے۔ بالوں کی سفیدی بڑھ گئی تھی اور چہرے کی جھریاں بھی۔ یعنی یہ طے تھا کہ ہر شخص اسے مختلف لگے گا لیکن وہ سب کو پہلے جیسی لگے گی۔

''اتنے برس بعد آپ میرے پاس کیوں آئی ہیں؟''

''کوئی اور تھا نہیں جو میری بات سنتا۔ میں اپنے اوپر بنے کیس کے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔ اور میں....'' اس کا گلا رندھا۔ ''میں خود کو اس الزام سے پاک کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے عصرہ محمود کا قتل نہیں کیا تھا۔''

''اگر آپ اس وقت فرار نہ ہوتیں تو یہ ثابت کرنا آسان ہوتا۔ آپ کے فرار نے آپ کو مجرم بنا دیا ہے' تالیہ۔'' وہ افسوس سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''مگر کوئی تو راستہ ہوگا۔'' وہ بے چین ہوئی۔ یوں لگتا تھا وہ بغیر پلان کے یہاں آ گئی تھی۔

''آپ اتنے سال تک چھپی کیوں رہیں۔ پہلے کیوں نہیں آئیں؟''

''وقت نے میرا ساتھ نہیں دیا' نظام صاحب۔ مگر آپ بتائیں.... کیا آپ کو لگتا ہے میں عصرہ کی قاتل ہوں؟''

''تالیہ....'' انہوں نے گہری سانس اندر کھینچی۔ ''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے..... آپ کے خلاف بہت سے شواہد موجود تھے۔ میرے پاس اس کیس کی فائل اب تک پڑی ہے۔ میں لاتا ہوں۔''

وہ اٹھے تو وہ ان کے ساتھ کھڑی ہوئی۔ ''کیا آپ اندر جا کے پولیس کو کال کریں گے؟ آپ جانتے ہیں میں پولیس کے آنے سے پہلے غائب ہو چکی ہوں گی۔''

''اگر آپ اتنے عرصے بعد آ گئی ہیں تو اس کا مطلب ہے آپ خود کو قانون کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں۔ میں فائل لے کر آتا ہوں۔''

''میں چاہتی ہوں پولیس کے پاس جانے سے پہلے آپ میری بات سنیں۔ اگر میں آپ کو اپنی بے گناہی کا یقین نہ دلا سکی تو کسی کو نہیں دلا سکوں گی۔''

''اس کے لیے ہمیں آپ پہ لگے الزامات اور موجودہ شواہد کا جائزہ لینا ہوگا۔ مجھے فائل تلاش کرنے میں دیر لگے گی کیونکہ سینکڑوں کی تعداد میں کیس فائلز میرے اسٹور میں رکھی ہیں۔ آپ خود میرے ساتھ آ سکتی ہیں۔'' ان کے انداز سے لگتا تھا وہ

سچ کہہ رہے ہیں۔ مگر وہ مطمئن نہیں تھی۔ وہ ان کے پیچھے چلی آئی۔

احمد نظام کا اسٹور روم کافی کشادہ تھا۔ وہاں شیلف در شیلف بنے تھے اور ان میں رکھے باکسز میں فائلز پڑی تھیں۔ ہر باکس کو حروف تہجی اور سن کے اعتبار سے لیبل کیا گیا تھا۔

''ہم نے شفٹنگ کے بعد سے ان کو نہیں کھولا۔ مگر انہی میں ہوگی فائل۔ میں نے ایک زمانے میں آپ کے کیس پہ اپنے تئیں لمبی تحقیق کی تھی۔ پھر آپ منظر عام سے غائب ہوگئیں تو آہستہ آہستہ میری تفتیش ٹھنڈی پڑ گئی اور.....''

''اور تالیہ مراد صرف ایک فائل بن کے رہ گئی۔'' اس نے ایک شیلف کے اوپر سے ایک باکس اٹھایا اور پھونک مار کے گرد اڑائی۔ اس باکس پہ صرف ایک نام لکھا تھا۔

تالیہ مراد۔ ۲۰۱۶ء تا ۲۰۱۷ء

تالیہ باکس اٹھائے سٹنگ روم میں واپس آئی۔ کھلی کھڑکی سے نظر آتے لان کی گھاس پہ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔ تالیہ نے باکس میز پہ رکھا اور ڈھکن کھولا۔ اندر کاغذات ہی کاغذات تھے۔

احمد نظام اس کے سامنے بیٹھے اور ایک ایک تراشے کو نکالنے لگے۔ وہ یاسیت سے اپنا اعمال نامہ کھلتے ہوئے دیکھنے لگی۔

''قتل کے کیس میں تین چیزیں اہم ہوتی ہیں' بچے تالیہ۔'' وہ عینک لگائے' کاغذات الٹ پلٹ کرتے ہوئے بتانے لگے۔ ''ثبوت۔ آلۂ قتل۔ اور قتل کی وجہ۔ آپ کے کیس میں تینوں آپ کے خلاف جاتے تھے۔''

''او کے۔ ثبوت کیا تھے؟''

''آپ فاتح صاحب کے گھر چاکلیٹ کیک بھیجتی تھیں۔ ان کیکس کا آرڈر آپ کے کریڈٹ کارڈ سے کیا گیا تھا۔ بہت سے گواہوں کے مطابق عصرہ محمود نے انہیں خود کہا تھا کہ وہ کیک آپ کی طرف سے آتے تھے اور عصرہ ان کو کھا لیتی تھیں۔ عصرہ کی شہادت بھی اہم ہے۔ انہوں نے.....'' احمد نظام عینک لگائے ایک نام پڑھ کے بتانے لگے..... ''انہوں نے دولت امان نامی آفیسر سے اپنی موت والے دن کہا تھا کہ انہیں شک ہے تالیہ مراد انہیں مروانا چاہتی ہے۔ یہ گواہی بہت اہم ہے۔ اسی دن آپ کا اور عصرہ کا جھگڑا بھی ہوا تھا۔ ملازم اس کے گواہ تھے۔'' انہوں نے عینک اتاری اور تالیہ کو دیکھا تو وہ تیزی سے بولی۔

''میرا سوال اب بھی وہیں ہے۔ آپ کو کیا لگتا ہے؟''

''مجھے تب بھی معلوم تھا۔ اب بھی معلوم ہے۔ آپ نے عصرہ کا قتل نہیں کیا۔''

وہ اس جواب کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ چند لمحے کے لیے کچھ بول نہیں سکی۔

''کیوں؟ کیا یہ ثبوت کمزور ہیں؟''

''نہیں۔ کیونکہ یہ ثبوت ''پرفیکٹ'' ہیں۔ یہ آپ کو مجرم ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ جبکہ جتنی ذہین آپ ہیں....آپ اتنے بڑے بڑے ثبوت نہیں چھوڑ سکتیں۔ آپ کے پاس تو درجنوں شناختیں تھیں۔ پھر آپ نے اپنے ہی کریڈٹ کارڈ سے کیک کیوں آرڈر کیے؟ آپ کو عصرہ کو مارنا ہوتا تو کسی اور طریقے سے بھی مار سکتی تھیں۔ ساری دنیا کے سامنے ان سے جھگڑا نہ کرتیں۔ آپ عصرہ کی قاتل نہیں ہو سکتیں۔ اور میں جانتا ہوں ان دنوں آپ مصر میں تھیں۔ آپ کو صوفیہ رحمٰن سے معافی نامہ چاہیے تھا۔ ایسے میں آپ ایک قتل کیسے پلاٹ کر سکتی ہیں؟''

بارش کی بوندیں اب کھڑکی کے شیشے پہ ٹپکتی نیچے کو لڑھک رہی تھیں۔ سبزلان دھندلا گیا تھا۔

''درست۔ دوسری چیز.....آلہ قتل؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''کیک کا آخری ٹکڑا جو پولیس کو ملا تھا۔ اس پہ آرسینک چھڑکی ہوئی تھی۔ آلہ قتل آپ کے کارڈ سے آرڈر ہوا تھا تو اس کا کھرا بھی آپ تک جاتا تھا۔''

''یعنی ہر چیز میرے خلاف جاتی ہے۔ لیکن میرے پاس ایلی بائی تھی۔ جس وقت کیک آنے شروع ہوئے میں مصر میں تھی۔''

''جس دن عصرہ کی ڈیتھ ہوئی' اس دن آپ کے ایل میں تھیں۔ اس دن آپ کا ان سے جھگڑا بھی ہوا تھا۔ مسئلہ یہ ہے بی تالیہ کہ عام دنیا کی پولیس فلموں والی پولیس سے مختلف ہوتی ہے۔ عام دنیا میں جس کے کارڈ سے آلہ قتل آرڈر کیا جاتا ہے' وہی قاتل نکلتا ہے۔ ۹۹ فیصد کیسز میں ظاہری شواہد جس کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہی قاتل ہوتا ہے۔ پولیس ہمیشہ ظاہری شواہد کا پیچھا کرتی ہے۔''

''اور مرڈر مسٹریز کا کیا؟''

''مرڈر مسٹریز اور فلمیں صرف اس ایک فیصد کے لیے لکھی جاتی ہیں جہاں قاتل ہشیار ہوتا ہے اور اپنا سراغ مٹا لیتا ہے۔ ورنہ ۹۹ فیصد قاتل اتنے ہشیار نہیں ہوتے۔ یہاں کوئی یہ نہیں سوچے گا کہ تالیہ اتنی ذہین تھی تو ثبوت کیوں چھوڑا؟ پولیس یہ سوچے گی کہ چونکہ ہم بہت ذہین ہیں' اس لیے ہم نے کیک آرڈر کرنے والے کا کارڈ نمبر حاصل کیا اور بینک سے اس کا نام معلوم کیا تو وہ تالیہ مراد نکلی۔ وہ اس کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔''

''یعنی مجھے اپنا نام مکلیئر کروانے کے بجائے ملک سے فرار ہو جانا چاہیے؟ کیونکہ یہاں کوئی میرا یقین نہیں کرے گا۔'' وہ تلخی سے بولی۔ اس کے انداز میں واضح بے بسی تھی۔

''یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔ میں آپ کی رپورٹ نہیں کروں گا کیونکہ آپ اس کیس میں بے قصور ہیں۔'' انہوں نے فائل

بند کی اور عینک اتار کے رکھی۔ چند لمحے کے لیے اس روشن سٹنگ روم میں خاموشی چھائی رہی۔

''وان فاتح کے یہ پچھلے سال کیسے گزرے؟'' اس نے کھڑکی سے باہر دھندلے لان کو دیکھتے ہوئے سوال پوچھا تو احمد نظام چونکے۔

''کیا آپ ان سے رابطے میں نہیں ہیں؟''

تالیہ نے گردن دائیں سے بائیں ہلائی۔ ''میں نے کہا نا' وقت نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ میں صرف یہ جانتی ہوں کہ وہ دو دفعہ وزیر اعظم بن چکے ہیں۔ اور کچھ نہیں۔''

''تو کیا اتنے برس آپ نے نیوز یا ان کا سوشل میڈیا کچھ نہیں دیکھا؟''

''آپ تو دیکھتے رہے ہوں گے۔ آپ بتائیں۔ جب وہ جونکر اسٹریٹ پہ زخمی حالت میں ملے تھے.... اس کے بعد..... انہوں نے کیا کیا؟'' وہ اب احمد نظام کو دیکھ کے پوچھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

''انہوں نے کچھ عرصے کے لیے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ غالباً عصرہ بیگم کے انتقال کے باعث۔'' وہ یاد کر کے بتانے لگے۔ ''پھر سننے میں آیا کہ وہ دوستوں' رشتے داروں سب سے قطع تعلق کر چکے ہیں۔ وہ زیادہ وقت اپنے ملاکہ والے گھر میں گزارنے لگے تھے۔ میڈیا پہ آنا چھوڑ دیا۔ کوئی پاپارازی ان تک پہنچ کے تصویر اتار لاتا تو لوگوں کو معلوم ہوتا کہ وان فاتح بھی وجود رکھتے ہیں ورنہ نہیں۔ مجھے یاد ہے وہ کثرت سے سگریٹ نوشی کرنے لگے تھے۔ ان کی سمندر کنارے تصاویر منظر عام پہ آئی تھیں جن میں وہ بیمار چہرے کے ساتھ سگریٹ پیتے دکھائی دے رہے تھے۔ لوگ کہتے تھے وہ ڈرگز کا استعمال بھی کرنے لگے ہیں۔ دواؤں کا بھی شاید۔ لیکن کچھ عرصہ وہ بالکل دنیا سے کنارہ کش ہو چکے تھے۔''

اس کی آنکھوں کی نمی آنسو بن کے بہنے لگی۔

''پھر معلوم نہیں کیا ہوا...... وہ سنبھل گئے۔ دوبارہ سے خبروں میں آنے لگے۔ صحت بھی بحال ہو گئی۔ الیکشن قریب آئے تو وہ واپس اپنی پارٹی کو سنبھالنے لگے۔ عصرہ کی موت اور وان فاتح کے اس غمگین فیز نے ان کو بہت کثیر تعداد میں ہمدردی کے ووٹ سے بھی نوازا۔ لوگوں کو ان کی آف شور کمپنی بھول گئی۔ یاد رہی تو وہ سمندر کنارے کھینچی گئی' اداس آنکھوں اور لبوں میں دبے سگریٹ والی تصویر۔ لوگوں نے دیکھا کہ یہ آدمی ایک بہت بڑے غم سے نکلا ہے۔ لوگوں نے اس آدمی کو اپنا غم گسار سمجھا اور اسے ووٹ دیا۔''

''تو کیا انہوں نے لوگوں کے لیے کام کیا؟''

''انہوں نے اچھے کام بھی کیے۔ اور بہت سے اچھے کام نہیں بھی کیے۔ میں ذاتی طور پہ کبھی بھی وان فاتح کا فین نہیں

رہا۔اپوزیشن ان سے ناخوش ہے اور ان کے ووٹرز خوش ہیں۔لیکن یہ تو ہر وزیراعظم کے ساتھ ہوتا ہے۔اس سے سب خوش کبھی نہیں ہوتے۔مگر ان کی تعلیمی پالیسیاں جو اس وقت تنقید کا نشانہ بنتی تھیں' پانچ سال بعد ان کا پھل لوگوں کو نظر آنے لگا۔تبھی وہ آج دوبارہ اقتدار میں ہیں۔''

''اور ان کے بچے؟''

''وہ ماں کے انتقال کے بعد امریکہ میں کچھ عرصہ رہے لیکن جب وان فاتح زندگی کی طرف لوٹ آئے تو انہوں نے بچوں کو بھی واپس بلالیا۔ان کے بچے اب ان کے ساتھ ہی قیام پذیر ہیں۔''

تالیہ نم آنکھوں سے مسکرائی۔

''فاتح اب بھی ویسے ہوں گے۔اپنے کام سے کام رکھنے والے۔ضرورت کے تحت چند فقرے بولنے والے۔ڈائننگ ٹیبل پہ خاموشی سے ناشتہ کر کے' بے نیازی سے اٹھ جانے والے۔اپنے ہر عمل سے اپنے ووٹرز اور فینز کی خوشی چاہنے والے۔اور....''اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔''خوبصورت سوشلائیٹس کو ناپسند کرنے والے اور بورنگ پریٹی ویمن کی باتوں کو نظر انداز کرنے والے....''

☆☆=========☆☆

پتراجایا ملائیشیاء کا دارالحکومت ہے۔یہ کے ایل کے پڑوس میں واقع ہے۔

وزیراعظم ہاؤس اسی شہر میں تھا اور اسے سری پردھانہ کہتے تھے۔سری پردھانہ کسی محل سے کم نہ تھا۔عالیشان' اونچا' خوبصورت۔لیکن گزشتہ کافی عرصے سے وزرائے اعظم نے سری پردھانہ میں رہائش ترک کر رکھی تھی۔اس میں غیر ملکی حکمرانوں کی مہمان نوازی ضرور کی جاتی تھی اور وزیراعظم اور کابینہ ممبران کے دفاتر بھی یہیں تھے' لیکن اب وزرائے اعظم یہاں رہا نہیں کرتے تھے۔

وان فاتح اور اس سے پہلے صوفیہ رحمٰن....سب نے اپنی رہائش الگ رکھی تھی کہ اب اپنے حقوق سے آگاہ Millennials اور جنریشن زی کا دور آچکا تھا جن کے لیے دکھاوے کی چیزیں بہت اہمیت رکھتی تھیں۔سری پردھانہ کو عوام کے لیے کھول دیا گیا تھا۔عید اور دوسری سرکاری چھٹیوں میں لوگ سیر و تفریح کے لیے اس محل کے ایک حصے کا دورہ کر سکتے تھے۔

وان فاتح کی اپنی رہائش گاہ پتراجایا میں واقع تھی۔وہ دو منزلہ بنگلہ تھا جس کے چاروں طرف سبزہ زار تھا۔اس کی فصیل اونچی چاردیواری کی شکل بنائی گئی تھی جہاں سیکیورٹی سخت نظر آتی تھی۔

اس صبح گیٹ سے ایک کار داخل ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ سفید کار کی کھڑکی سے ایک نسوانی ہاتھ آئی ڈی کارڈ سیکیورٹی آفیسر کو دکھا رہا تھا۔ آفیسر نے رسماً آئی ڈی دیکھی اور مسکرا کے سر کو خم دیا۔ پھر ایک ڈیوائس سامنے کی تو نسوانی ہاتھ نے ایک انگلی اس پہ رکھ دی۔ ہرا سگنل بجا تو آفیسر نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ اس مہمان سے واقف تھا۔ کار آگے بڑھ گئی تو افسر ہاتھ میں پکڑے آلے میں بولا۔

''مسز ہیشا تاج آ چکی ہیں۔''

کار بنگلے کے داخلی حصے کے عین سامنے آ رکی۔ پھر دروازہ کھلا اور ایک عورت باہر نکلی۔ اس نے لمبی اسکرٹ پہ سفید کوٹ پہن رکھا تھا۔ گردن میں پھولدار رومال لپیٹا تھا۔ شہد رنگ بال کندھوں تک آتے تھے۔ وہ صاف رنگت کی دراز قد اور خوبصورت عورت تھی۔ کہنی پہ بیگ اور ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ کار سے نکلتے ہوئے اس نے سن گلاسز اوپر ماتھے پہ لگائیں اور دروازے پہ کھڑے گارڈ کو مسکرا کے سلام کرتی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

بنگلے کے اندر ایک خوبصورتی سے آراستہ ڈائننگ ہال تھا۔ طویل میز کی سربراہی کرسی پہ فاتح بیٹھا' چائے پی رہا تھا۔ ساتھ ہی موبائل دیکھ رہا تھا۔ وہ سیاہ سوٹ اور ٹائی کے ساتھ سفید شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ چہرہ ہمیشہ کی طرح تروتازہ تھا اور گیلے بال دائیں جانب موڑ رکھے تھے۔ فاتح کے دائیں ہاتھ اشعر کرسی کھینچ رہا تھا۔ باقی تمام کرسیاں خالی تھیں۔

''بچے کہاں ہیں؟'' اس نے خالی کرسیوں کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''سکندر صبح جلدی چلا گیا تھا۔ جولیانہ کا اسکول ٹرپ تھا۔ وہ شام کو واپس آئے گی۔'' فاتح موبائل دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اشعر نے جھرجھری سی لیتے ہوئے پلیٹ اپنی طرف کی۔

''آپ نے کل انٹرویو میں تھوڑی سخت باتیں کہہ دی ہیں۔ مجھے رات سے ناراض اراکین کے فون آ رہے ہیں۔''

''میں نے عرصہ ہوا لوگوں کی پرواہ کرنی چھوڑ دی ہے۔ نہ ووٹرز کی نہ اپنے اراکین کی۔ میں پردھان منتری ہوں' اور وہ نہیں ہیں۔ ملک مجھے چلانا ہے' انہیں نہیں۔'' وہ بے نیازی سے ناشتہ کر رہا تھا۔

اشعر نے شانے اچکا دیے۔ ''خیر میں نے فون آف کر دیا ہے۔ شاید چند سال بعد لوگ احساس کر لیں کہ ہم ان کے لیے کتنی جان مارتے ہیں۔''

وان فاتح نے صرف شانے اچکا دیے۔ ''نہ بھی کریں تو کیا۔''

ہیل کی ٹک ٹک سنائی دی تو فاتح نے چہرہ اٹھایا۔ دربان نے دروازہ کھول دیا تھا اور باہر سے کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ اس نے چہرہ واپس نہیں جھکایا۔ وہ راہداری کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ آواز قریب آئی اور وہ بالآخر نظر آئی۔

''السلام علیکم' داتو سری۔ سلام' اشعر صاحب۔'' وہ مسکراتی ہوئی ان کے سامنے آرکی۔ اس کے سیاہ جوتے اتنے چمکدار تھے کہ چھت کا عکس نظر آتا تھا۔ وہ یوں رکے تھے جیسے دوبارہ چلنے کو بے تاب ہوں۔

''وعلیکم السلام' ییشا۔ کیسی ہیں آپ؟'' فاتح نے مسکرا کے جواب دیا۔ اشعر نے بھی اسی کے انداز میں مسکرا کے جواب دیا۔

''میں ٹھیک ہوں' داتو سری۔'' سر کو تعظیماً جھکا کے وہ بولی اور پھر مسکرا کے مڑی۔ ''ایکسکیوز می۔''

''جولیانہ گھر پہ نہیں ہے' ییشا۔''

سیاہ جوتے واپس گھومے۔ ییشا کے چہرے پہ الجھن در آئی۔ ''جولیانہ نہیں ہے؟''

''نہیں۔ آج اس کا اسکول ٹرپ تھا۔ اس نے آپ کو انفارم نہیں کیا؟'' اس نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے نرمی سے دریافت کیا۔

''نہیں۔ حیرت ہے۔'' ییشا نے فون نکالا۔ اسکرین پہ انگلی پھیری۔ پھر چونک کے سر اٹھا کے دیکھا۔ میز پہ موجود دونوں افراد اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ جھینپ گئی۔

''سوری میں نے آپ لوگوں کو ڈسٹرب کر دیا۔'' لب دانت سے کاٹتے ہوئے اس نے اسکرین دیکھی۔ پھر اس کے گال سرخ ہوئے۔ ''جولیانہ نے لیٹ نائٹ میسج کیا تھا۔ میں نے نہیں دیکھا۔ مائی فالٹ۔''

''جولیانہ کو کال کر کے بتانا چاہیے تھا۔ غلطی اس کی ہے۔'' فاتح نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے بولا۔ وہ ایک دفعہ پھر سے معذرت کر کے ایڑیوں پہ الٹی گھومی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ راہداری عبور کی اور مرکزی دروازے تک آئی اور دربان کے پاس رکی۔

''اف.... دانش.... اف.... آپ نے مجھے دروازے پہ ہی کیوں نہیں بتا دیا کہ جولیانہ کو آج نہیں پڑھانا؟'' ماتھے کو چھوتی وہ خفت سے کہہ رہی تھی۔

''میں نے سوچا تھا لیکن دخل دینا مناسب نہیں سمجھا۔'' وہ سادگی سے مسکرا دیا۔

''یا اللہ۔ مجھے داتو سری کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ حد ہے ییشا۔'' ماتھے کو پھر سے چھوا اور اسے خدا حافظ کہتی باہر نکل گئی۔ باہر کھڑے دوسرے دربان کو بھی اسی پریشان چہرے کے ساتھ ہاتھ ہلایا۔ اس نے بھی مسکرا کے سر کو خم دیا۔

وہ سب ییشا کے عادی تھے۔ ییشا کی باتونی' ییشا کی عادتوں سے واقف تھے۔

''یہ جولیانہ کی ہوم ٹیوٹر ییشا.... یہ اچھی عورت ہے۔ ہے نا؟'' اشعر نے پھل کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے بظاہر سرسری سا کہا اور غور سے فاتح کو دیکھا۔ وہ اب چائے کے آخری گھونٹ بھر رہا تھا۔

''ہاں۔ بہت قابل ہے۔ دو سال سے جولیانہ کو پڑھا رہی ہے۔ اس کی وجہ سے جولیانہ کا اعتماد بحال ہوا ہے۔ ورنہ تم تو جانتے ہو اس نے چھوٹی عمر سے اسکول چھوڑ دیا تھا۔''

''ہوم اسکولنگ راس آ گئی ہماری جولیانہ کو۔ شکر ہے۔'' اشعر نے گہری سانس لی۔ ''وہ اسکندر جیسی نہیں تھی۔ ہر طرح کے بچوں کے ساتھ گھل مل کے نہیں پڑھ سکتی تھی۔ پھر کاکا کی موت نے بھی شاید اسے ایسا کر دیا تھا۔ مگر یہ ٹیوٹر.... یہ مجھے بہت پسند ہے۔ اس کی وجہ سے گھر میں رونق لگ جاتی ہے۔''

''ہاں۔ یہ اچھی لڑکی ہے۔ سادہ اور خوش اخلاق۔ اس کی بیٹی جولیانہ کی کلاس فیلو ہے۔''

''سب اس کو مسز کہتے ہیں۔ مگر میں نے کبھی اس کا شوہر نہیں دیکھا۔''

''غالباً اس کی شادی ختم ہو گئی تھی۔ جولیانہ نے بتایا تھا۔ تم اتنے متجسس کیوں ہو؟'' فاتح نے مسکرا کے اسے دیکھا۔ ''کیا دوسری شادی کا ارادہ ہے؟''

اشعر نے ابرو اکٹھے کر لیے۔ ''کیا میں ایک تجربہ کر کے بھگت نہیں رہا۔ میری ایکس وائف میرے بیٹے سے مجھے ملنے تک نہیں دیتی۔ وزنگ آورز مائی فٹ۔'' اس نے نیپکن گول مول کر کے پرے پھینکا۔ ''کل اسکی سالگرہ ہے۔ جانتے ہیں کتنی مشکل سے ہم دونوں نے ایک میز پہ اکٹھے بیٹھ کے پارٹی پلانرز کے ساتھ کام کیا ہے؟''

''ریلیکس۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تمہارا بیٹا بڑا ہو گا تو اس سے ملنا آسان ہو جائے گا۔'' وہ کرسی دھکیل کے کھڑا ہوا اور کوٹ کا بٹن بند کیا تو اشعر بھی ساتھ ہی اٹھا اور گہری سانس لے کر سنجیدگی سے فاتح کو دیکھا۔

''میں آپ کے لیے کہہ رہا تھا' آبنگ۔ اب تو آپ کے بچے بھی بڑے ہو چکے ہیں۔ آپ کو کسی نہ کسی عورت کے بارے میں سوچنا چاہیے۔''

''یہ طے ہے کہ ہر دوسرے تیسرے ماہ بعد تم اس ٹاپک کو ضرور چھیڑو گے۔'' وہ مسکرا کے بولا تو اشعر بھی مسکرا دیا۔

''آبنگ۔ ہم نے اتنے برسوں سے ایک ساتھ کتنے کٹھن دریا عبور کیے ہیں۔ اب ہم ہموار زمین پہ آ چکے ہیں۔ آپ کو اب ایک بیوی کی ضرورت ہے۔ کب تک کام میں خود کو مصروف رکھیں گے۔'' پھر اشعر نے راہداری کی طرف دیکھا جہاں سے وہ گئی تھی۔ ''اگر کوئی سادہ' نیچرل اور اچھی سی عورت ملے تو اس کے بارے میں سوچیے گا ضرور۔'' اس نے خلوص سے کہا تھا۔ فاتح نے مسکرا کے سر ہلا دیا۔

''میں سوچوں گا۔'' اس کے چہرے پہ کوئی سایہ' کوئی یاد' کچھ نہ تھا۔ وہ بالکل مطمئن اور اپنی زندگی سے قانع لگتا تھا۔ اشعر کے لیے اس کی یقین دہانی نئی تھی۔ وہ مسکرا دیا اور پھر دونوں ایک ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

لاؤنج عبور کرتے ہوئے فاتح نے کھڑکی کے باہر بھیگتے منظر نامے کو دیکھا اور سوچا..... آج پترا جایا میں ہر دوسرے روز کی طرح بارش شروع ہو چکی تھی۔ اور یقیناً کے ایل میں بھی۔

☆☆=========☆☆

احمد نظام کے مہمان خانے کی کھڑکی سے نظر آتا سبزہ زار ہنوز بارش میں بھیگ رہا تھا۔ پانی نے کھڑکی کے شیشے کو دھندلا دیا تھا۔ وہ ابھی تک باہر دیکھ رہی تھی اور وہ اسے۔

''کیا انہوں نے دوبارہ شادی نہیں کی؟ یا ان کی زندگی میں کوئی اور عورت نہیں آئی؟'' وہ باہر دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔

''نہیں۔ اشعر کی بیوی واحد عورت تھی جو فیملی فوٹوز میں نظر آنے لگی تھی لیکن اشعر اور اس کی علیحدگی کے بعد وہ بھی منظر سے ہٹ گئی۔ وان فاتح اپنے بچوں اور اشعر کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔'' انہوں نے موبائل نکال کے چند بٹن دبائے پھر اسکرین کا رخ اس کی طرف کیا۔ وہ جھک کے دیکھنے لگی۔ فاتح کے کسی فین پیج کی تصاویر سامنے کھلی تھیں۔ یہ پچھلے برس کی تھیں۔ جولیانہ کی سالگرہ کا کیک کاٹا جا رہا تھا۔ فاتح، سکندر اور اشعر کے علاوہ وہاں صرف کم عمر لڑکیاں تھیں جو یقیناً جولیانہ کی سہیلیاں تھیں۔

البتہ ایک عورت ان سب میں نمایاں تھی۔ اس نے سر پہ ترچھا ہیٹ پہن رکھا تھا اور مسکرا کے تالی بجا رہی تھی۔

''یہ عورت کون ہے؟'' اس نے انگلی سے اسکرین کی طرف اشارہ کیا تو احمد نظام نے موبائل اپنی طرف موڑا۔

''ییشا تاج۔ یہ جولیانہ فاتح کی ہوم ٹیوٹر ہے۔ چند سالوں سے ان کی فیملی کا حصہ ہے۔ اس کو دو چار دفعہ میں نے ان کی فیملی فوٹوز میں ہی دیکھا ہے۔''

تالیہ پتلیاں سکوڑے غور سے اس عورت کا خوبصورت چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے بال بہت خوبصورتی سے اسٹائل کیے گئے تھے۔ کندھوں تک آتے شہد رنگ کے بال... کانوں میں ننھے ہیرے..... سفید اسکرٹ کے اوپر نیلا منی کوٹ.... اور مسکراتے ہوئے گال میں پڑنے والا معصوم سا ڈمپل.....

''یہ کیا کرتی ہے؟ ٹیوٹر ہونے کے علاوہ؟'' پھر نظریں اٹھا کے انہیں دیکھا۔ ''ایک منٹ..... یہ آرٹسٹ ہے نا؟''

''اس کی لنکڈ ان پروفائل چیک کر لیں۔'' کہنے کے ساتھ انہوں نے موبائل پہ چند بٹن دبائے۔ پھر پڑھ کے بتانے لگے۔ ''جی۔ یہ ایک آرٹسٹ ہے۔ پینٹ بھی کرتی ہے اور فوٹوگرافی بھی۔ اس کی ایک دو نمائشیں بھی ہو چکی ہیں۔ کیا آپ اسے جانتی ہیں؟''

''ہوں۔ میں اسے پہچانتی ہوں۔ معروف سوشلائیٹ۔ آرٹسٹ۔ خوش اخلاق۔ ذہین۔ غیر شادی شدہ۔'' پھر رکی

اور جیسے تصحیح کی۔ ”نہیں۔ اس کی شادی ہو چکی ہے۔ بلکہ علیحدگی بھی ہو چکی ہے۔“

”اگر آپ اس کو جانتی ہیں تو اس کے توسط سے وان فاتح سے ملاقات کر سکتی ہیں۔“

”میرا خیال تھا آپ بھی اس کو جانتے ہوں گے۔“ وہ جیسے حیران ہوئی تھی۔

”نہیں۔ میں نے اس کو سوشل میڈیا پہ ہی تھوڑا بہت دیکھا ہے۔ میں اسے کیسے جانوں گا؟ میں ٹھہرا مڈل کلاس آدمی اور یہ خاتون ایلیٹ کلاس سے تعلق رکھتی ہیں۔“ وہ اس کی حیرت پہ حیران ہوئے تھے۔ ”لیکن آپ پچھلے سال کے لیے اس ملک سے دور تھیں۔ آپ ان کو پچھلے سال پہلے سے جانتی ہیں کیا؟“ وہ متجسس ہوئے۔

”ایڈم کیسا ہے؟ ایڈم بن محمد؟“ وہ اس کا سوال نظر انداز کر گئی۔

”وہ اینکر؟“

”جی۔ وہ میرا بہت اچھا دوست تھا۔“ وہ مسکرا کے بولی تو احمد نظام چند لمحے اسے دیکھتے رہے۔ ان کی نظروں میں کچھ تھا جو اس کا ماتھا ٹھنکا۔

”ایڈم کے بارے میں کیا جانتے ہیں آپ؟“

”آپ نے پھر کبھی اس سے رابطے کی کوشش نہیں کی؟“

”نہیں۔ کیوں؟“

”میں اس سے عصرہ محمود کی موت کے بعد ایک دو دفعہ ملا تھا جب میں اپنے تئیں اس کیس کی تحقیق کر رہا تھا۔ اور تب ہی مجھے معلوم ہوا تھا اس کے حادثے کا۔“

”کیسا حادثہ؟“ وہ سیدھی ہو کے بیٹھی۔

”جب وان فاتح زخمی حالت میں ملے تھے جونکر اسٹریٹ پہ.... اس کے آس پاس کی بات ہے.... ایڈم ملاکہ کے ایک ہسپتال میں داخل رہا تھا۔ کچھ لوگ اسے نیم بے ہوشی کی حالت میں ہسپتال لے کر آئے تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ نہیں جانتا وہ جونکر اسٹریٹ تک کیسے پہنچا۔ اس کی یادداشت متاثر ہوئی تھی۔“

”یادداشت؟“ وہ پلک جھپکنا تک بھول گئی۔ اس کا سانس رک گیا۔

”جی۔ اس کو پچھلے چند ماہ کے واقعات بھول چکے تھے۔ کوئی ذہنی صدمہ تھا یا کیا۔ اس کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ ایک سیلیبریٹی رپورٹر بن چکا ہے۔ اسے بس اتنا یاد تھا کہ وہ وان فاتح کے گھر باڈی مین بن کے گیا تھا۔ اس کے بعد کے تمام واقعات ذہن سے محو ہو چکے تھے۔ عجیب بات ہے۔“

''اسے....اسے سب بھول گیا تھا؟'' وہ ٹکر ٹکر ان کو دیکھ رہی تھی۔

''اس نے اپنے بیان میں یہی کہا تھا۔ ہانگ کانگ پیپرز اس کو کیسے ملے اسے یہ تک معلوم نہ تھا۔ میں اس سے آپ کے سلسلے میں ملا تھا۔ پولیس نے بھی بار بار اس سے آپ کے لیے رابطہ کیا تھا لیکن اس کا کہنا تھا کہ وہ کسی تالیہ مراد کو نہیں جانتا۔ البتہ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ تالیہ مراد کون تھی جس کے بارے میں ہر کوئی اس سے سوال کرتا تھا۔ وہ کافی عرصے تک تھیراپی کرواتا رہا تھا۔ پھر بالآخر وہ تندرست ہوا اور واپس رپورٹنگ کی طرف آگیا۔''

''کیا اس کی یادداشت واپس آئی؟'' اس نے بے قراری سے پوچھا۔

''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے نہیں آئی۔ جب وہ واپس رپورٹنگ کی طرف آیا تو بہت ڈسٹرب لگتا تھا۔ وہ کسی کو نہیں پہچانتا تھا۔ ہانگ کانگ پیپرز کی شہرت' کامیابی' دو کتابوں کی تصنیف سب ختم ہو گئی۔ اس زمانے میں اس نے کئی انٹرویوز میں یہ بات کہی تھی۔ وہ ایک رات باڈی مین تھا اور اگلی صبح وہ جاگا تو لوگوں نے کہا وہ رپورٹر ہے۔ لیکن چونکہ ذہین لڑکا تھا۔ کام اور ماحول کے ساتھ ایڈاپٹ کر گیا اور آج دیکھو وہ کہاں پہنچ گیا ہے۔''

وہ گم صم سی ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ ''ہو سکتا ہے وہ جھوٹ بول رہا ہو۔ اداکاری کر رہا ہو۔''

''جب اس نے آپ کو پہچاننے سے انکار کر دیا تو میں نے بھی یہی سمجھا۔ پولیس نے بھی یہی سمجھا۔ لیکن ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ اس کے کئی ٹیسٹ ہوئے تھے۔ پولیس کا خیال تھا کہ شاید یہ آپ کے کیس سے پیچھا چھڑانے کے لیے ایسا کہہ رہا ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔ وہ واقعی سچ کہہ رہا تھا۔''

''نہیں۔ وہ مذاق کر رہا ہو گا۔'' وہ زرد پڑتے چہرے کے ساتھ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ ''وہ مجھے نہیں بھول سکتا۔ وہ....وہ تمام دن....نہیں بھول سکتا۔''

احمد نظام نے افسوس سے اسے دیکھا۔ ''یا شاید آپ یہ ماننے کو تیار نہیں ہیں کہ وقت آگے بڑھ گیا ہے اور لوگ بھی۔''

تالیہ نے کنپٹی کو انگلی سے مسلتے ہوئے چہرہ کھڑکی کی طرف موڑ لیا۔ ساتھ ہی مسلسل نفی میں گردن ہلا رہی تھی۔

''میں نے کہا نا....وہ اداکاری کر رہا ہو گا۔ وہ مجھے نہیں بھول سکتا۔ نہ وہ بدل سکتا ہے۔'' اس کی نظریں باہر اگے گھاس پہ جمی تھیں۔ ''وہ اب بھی ویسا ہی ہو گا۔ کتابیں پڑھنے والا۔ کتابیں اس کی بہترین دوست ہوں گی۔ وہ ان میں پناہ ڈھونڈتا ہو گا۔ ان سے سارے مسئلوں کے حل مانگتا ہو گا....وہ اب بھی ویسا ہی ہو گا....''

☆☆=========☆☆

ایڈم بن محمد کا اپارٹمنٹ ایک شیشوں سے ڈھکی طویل قامت عمارت کی بالائی منزلوں میں سے ایک میں تھا۔ لاؤنج کی شیشے

کی دیوار سے دور تک شہر صاف دکھائی دیتا تھا۔ اسٹڈی روم میں اس کی کرسی کے پیچھے بھی شیشے کی دیوار تھی۔ کرسی پہ ایڈم بیٹھا تھا اور کی بورڈ کو دیکھے بغیر اسکرین پہ نگاہیں مرکوز کیے ٹائپ کر رہا تھا۔

ایڈم کے دائیں بائیں دونوں اطراف میں کتابوں کے ریکس رکھے تھے۔ کچھ ریکس اونچے تھے۔ کچھ نیچے تھے۔ کچھ سیڑھیوں کی مانند ایک طرف سے چھوٹے ایک طرف سے اونچے تھے۔ اس ڈیزائن کے باعث اسٹڈی کے وسط میں کھڑے ہو کے تمام ریکس نظر آتے تھے۔

سامنے کاؤچ رکھے تھے جن پہ مہمان بیٹھ سکتے تھے۔ وہیں دروازہ بھی تھا۔ وہ گاہے بگاہے نگاہ اٹھا کے دروازے کو دیکھ لیتا پھر واپس کام کرنے لگ جاتا۔ سیاہ ہائی نیک شرٹ پہنے ماتھے پہ بال بکھیرے ہلکی بڑھی شیو والا ایڈم بن محمد پہلے سے زیادہ پر کشش ہو چکا تھا۔

"باس۔" دروازہ کھلا اور ایک چینی نقوش کی حامل لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کا قد درمیانے سے ذرا چھوٹا تھا اور بالوں کا بوائے کٹ تھا۔ کانوں میں گول سلور بالیاں تھیں۔ اس نے ٹھک ٹھک دواز ہ کھٹکھٹایا مسکرائی اور بیک وقت بہت سی چیزیں سنبھالتی تیزی سے اندر آئی۔

"فلائیٹ کیسی رہی تمہاری صوفی؟" وہ ٹائپ کرتے ہوئے خوشگوار انداز میں بولا۔ لڑکی افسوس سے سر جھٹکتی آگے آئی اور جلدی سے کپ اس کے سامنے رکھا۔

"آپ کی آنسڈ امیریکانو۔" اس نے لمبا سا کپ ایڈم کے سامنے رکھا جس پہ سیاہ قلم سے "رائٹر" لکھا تھا۔

"تھینک یو۔ اور کیسے تھے افریقہ کے جنگلات جہاں سے تم کافی لانے گئی تھیں۔"

"اگر آپ مجھے ایک ساتھ بہت سے کام نہ تھمایا کریں تو مجھے اتنی دیر نہ لگا کرے۔" بوائے کٹ والی لڑکی اس کے طنز کو نظر انداز کر کے تحمل سے بولی۔ "یہ رہے آپ کے پرنٹ آؤٹس۔ یہ آپ کا ریسرچ ڈیٹا۔ یہ نئے وزیٹنگ کارڈز کا سیمپل۔" اس نے باری باری کاغذوں کے چند پلندے سامنے رکھے۔ اب بغل میں صرف ایک پھولا ہوا پیکٹ دبا رکھا تھا۔ پھر سیدھی ہوئی اور گہری سانس لی۔ "آپ کو آفس جانے سے پہلے کچھ اور چاہیے؟"

ایڈم نے ٹائپنگ روک کے چھت کو دیکھا۔ "دو تین چیزیں چاہیے ہیں لیکن سوچ رہا ہوں کہ وہ قریبی ممالک سے مل سکیں گی یا نہیں۔" اور پھر آنکھیں گھما کے ایک ناراض نظر اس پہ ڈالی اور واپس ٹائپ کرنے لگ گیا۔

"گڈ۔ اگر ملائیشیا سے کچھ نہیں لانا تو مجھے آج آف دے دیں۔"

ایڈم نے آنکھیں گھما کے اسے دیکھا تو اس نے دو تین دفعہ پلکیں جھپکائیں۔ "باس آج میری فرینڈ کی برتھ ڈے ہے۔

میں آپ کے ساتھ آفس نہیں جاسکوں گی۔''

''کون اتنی صبح برتھ ڈے مناتا ہے؟''

''اور آپ اتنی صبح کب سے آفس جانے لگے؟ دوپہر میں ہی جائیں گے۔ اتنا فاصلہ ہے ریستوران تک۔ اور مجھے لنچ پہ پہنچنا ہے وہاں۔''

ایڈم نے افسوس سے سر جھٹکا اور واپس اسکرین کی طرف متوجہ ہوا۔ ''تم ہر ہفتے کسی نہ کسی بہانے سے چھٹی لے ہی لیتی ہو۔''

''میرے نہ ہونے سے زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ آپ کو بار بار چائے کافی نہیں ملے گی۔ اور آپ لکھ نہیں سکیں گے۔ تو خیر ہے۔ ویسے ہی آپ رائٹرز بلاک کی وجہ سے کتنے ہی ہفتے سے نہیں لکھ رہے۔'' وہ مسکراہٹ دبائے بک ریک کی طرف بڑھ گئی تو ایڈم بن محمد نے تلملا کے اسے دیکھا۔

''رائٹرز بلاک کے بارے میں ایک لفظ نہیں' صوفی۔ جس کو لکھنا نہیں آتا وہ اس بارے میں کوئی رائے نہ دے تو اچھا ہے۔''

''مجھے معلوم ہے آپ کتنے دنوں سے نئی کتاب نہیں لکھ رہے۔ بس یہ چھوٹے موٹے آرٹیکلز لکھتے رہتے ہیں۔ مگر خیر.... چھپالیں۔ بے شک چھپالیں۔'' ریک کے ساتھ کھڑی صوفی اس کی طرف پشت کیے پیکٹ کھولنے لگی۔

''آپ نے جو کتابیں آرڈر کی تھیں وہ آگئی ہیں۔'' ریپر اتارتے ہوئے اطلاع دی۔

''میں نے کی تھیں؟'' وہ ہنوز ٹائپ کر رہا تھا۔

''یعنی کہ میں نے آپ کے ایمزون اکاؤنٹ سے کی تھیں آرڈر باس۔ یہ اس سال کی مین بکرز پرائز کی شارٹ لسٹ کردہ پانچ کتابیں ہیں۔ اور بطور رائٹر آپ کے لیے مہینے میں دس نئی کتابیں پڑھنا ضروری ہے۔'' اس نے ریپر ڈسٹ بن میں اچھالا اور نئی نکور پانچ دبلی پتلی کتابیں الٹ پلٹ کے دیکھیں۔ پھر ناک کے قریب لے جاکے آنکھیں بند کیے انہیں سونگھا۔

نئی کتاب کی مہک اندر تک روح کو سرشار کر گئی۔

''اچھا۔ رکھ دو۔ تھینکس۔'' وہ کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔

''رکھ دوں گی۔ ہر ہفتے ان کی ڈسٹنگ بھی کر دوں گی۔ لیکن نہ کبھی یہ جگہ سے ہلیں گی۔ نہ ان کے کونے مڑیں گے۔ جب کتاب کا مالک کتاب کو پڑھے ہی نہ تو یہ سب کیسے ہوگا۔'' ان کو ریک میں سجاتے ہوئے شکایتی انداز میں بولی۔

''اب تک مجھے تمہاری تقریریں یاد ہو چکی ہیں جو تم نیا بک آرڈر موصول ہونے پہ کرتی ہو صوفی۔''

صوفی نے ٹھک سے کتابیں اندر گھسائیں اور اس کی طرف گھومی۔ اس کی بالیاں بھی ساتھ ہی گھومیں۔

''کتابیں پڑھنے کے لیے ہوتی ہیں باس۔ اتنی بڑی لائبریری میں سجا کے انٹرویوز پہ دکھاوے کے لیے نہیں۔''

''میں کیا کروں صوفی۔ مجھے وقت نہیں ملتا۔'' اس نے لکھتے ہوئے شانے اچکائے۔

''مگر آپ کو سوشل میڈیا اسکرول کرنے کے لیے وقت مل جاتا ہے۔ آپ کو ویڈیو گیمز کھیلنے کے لیے وقت مل جاتا ہے۔ دوستوں کے ساتھ باربی کیو کرنے اور پارٹیز اٹینڈ کرنے کے لیے وقت مل جاتا ہے۔ ٹھیک۔ ٹھیک۔''

''لے لو بھئی تم چھٹی۔ جاؤ پلیز۔ مجھے کام کرنے دو۔'' وہ ناک سکوڑ کے بولا اور سر جھٹک کے تیز تیز ٹائپ کرنے لگا۔

''جا رہی ہوں۔ لیکن ویک اینڈ پہ ان کو پڑھیے گا ضرور۔ رات میں سونے سے پہلے بے شک ایک صفحہ....''

''تمہیں اگلے دو دن کی چھٹی بھی چاہیے؟'' نظریں اٹھا کے گھورا۔ اسی وقت صوفی کا فون بجنے لگا۔

''جا رہی ہوں۔'' بوائے کٹ والی اسسٹنٹ سر جھٹک کے باہر نکل گئی۔ اس نے کافی کا کپ لبوں سے لگایا' گھونٹ بھرا اور مسکرا کے دوبارہ سے لکھنے لگ گیا۔

کتابیں خاموشی سے اسے کام کرتے دیکھتی رہیں۔

☆☆=========☆☆

وہ اب بھی باہر لان کے نم گھاس کو دیکھ رہی تھی۔ یا شاید آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پہ جمی تھیں۔ بارش تھم چکی تھی لیکن تاریک بادل ہنوز چھائے تھے۔

''ایڈم.... وہ اب بھی ویسا ہوگا۔ شاید۔'' چند ثانیے خاموشی سے بیت گئے۔ پھر اس نے چہرہ ان کی طرف موڑا۔

''کیا میں کسی طرح وان فاتح سے مل سکتی ہوں؟ کیا آپ کوشش کر سکتے ہیں؟''

سامنے بیٹھے احمد نظام نے کندھے ہلکے سے اچکائے۔ ''پردھان منتری سے ملنا اس ملک میں سب سے مشکل کام ہے۔ اپائنٹمنٹ کے لیے مہینوں کا پراسیس ہے اور پھر درخواست ریجیکٹ ہو جاتی ہے۔ پی ایم کے گرد سیکیورٹی اور پروٹوکول کی بہت سی دیواریں ہیں جن کو پھلانگنا میرے قد سے اوپر کی بات ہے۔''

''میں سمجھ سکتی ہوں۔ لیکن کیا آپ مجھے ایڈم بن محمد سے ملوا سکتے ہیں۔''

''وہ بھی ایک سیلیبریٹی ہے۔ عام جگہوں پہ نہیں جاتا۔ کافی شاپس' ریستورانوں تک میں اسے ڈھونڈنا ناممکن ہے۔ لیکن میں اس سے اپائنٹمنٹ لینے کی کوشش کر سکتا ہوں کیونکہ میں اس کی سیکرٹری کو جانتا ہوں۔ وہ میری بھانجی کے ساتھ پڑھتی تھی۔'' انہوں نے موبائل پہ ایک نمبر ملایا اور فون کان سے لگایا۔ ''امید ہے وہ میرا فون اٹھا لے گی۔''

''واؤ۔اب مجھے ایڈم سے ملنے کے لیے اپائنٹمنٹ لینی پڑے گی۔''اس نے دل میں سوچا لیکن بولی کچھ نہیں۔منتظر نظروں سے انہیں دیکھتی رہی۔

''صوفی....کیسی ہیں آپ؟میں احمد نظام بات کر رہا ہوں۔''

''میں ٹھیک ہوں۔جی میں نے آپ کا نمبر پہچان لیا تھا۔''اسپیکر آن تھا اس لیے وہ سن سکتی تھی۔

''صوفی...مجھے ایڈم بن محمد سے ملنے کا وقت چاہیے۔دراصل...''انہوں نے تالیہ کو دیکھا جو سانس روکے بیٹھی تھی۔''ان سے کہہ دیں کہ تالیہ مراد ان سے ملنا چاہتی ہیں۔''

''اوہو۔میں تو ابھی ان کے گھر سے نکل رہی ہوں۔ایک منٹ۔میں واپس جاتی ہوں۔''گہری سانس لے کر بولی۔''صرف آپ کے لیے۔یاد رکھیے گا۔اور تالیہ مراد کون ہیں؟''

''وہ پہچان جائیں گے۔میں ہولڈ پہ ہوں۔بہت شکریہ۔''انہوں نے حوصلہ افزا مسکراہٹ سے تالیہ کو دیکھا لیکن وہ بالکل دم سادھے بیٹھی رہی۔

تھوڑی دیر بعد صوفی کی ہانپتی ہوئی آواز اسپیکر میں گونجی۔''وہ پوچھ رہے ہیں کہ عصرہ محمود کے قتل کیس والی تالیہ مراد؟''

تالیہ کا دل ڈوب کے ابھرا۔کیا اب یہی تعارف رہ گیا تھا دونوں کے درمیان؟

''جی وہی۔''

''اوکے اور ان کو کس سلسلے میں ملنا ہے؟''

تالیہ بالکل چپ بیٹھی رہی۔اس کا چہرہ تاریک ہو رہا تھا۔پھر اس نے فون ان کے ہاتھ سے لیا۔

''دیکھیے مس صوفی....میرا کیس نئے سرے سے کھلنے جا رہا ہے۔میڈیا اس کو کور کرے گا۔لیکن میں اپنی اسٹوری صرف ایڈم بن محمد کو بتانا چاہتی ہوں۔Exclusive scoop۔پی ایم کی بیوی کا قتل کیس ہے یہ۔آپ سوچ لیں۔اگر آپ کے باس میری کہانی لکھنا چاہیں تو مجھے ملاقات کا وقت دے دیں ورنہ میں کسی اور سے رابطہ کر لوں گی۔''

''اوکے ویٹ ویٹ۔''وہ خالصتاً کسی اینکر کی سیکرٹری کی طرح جلدی سے بولی۔پھر خاموشی چھا گئی۔غالباً وہ فون میوٹ کیے پیچھے اپنے باس سے بات کر رہی تھی۔پھر اس کی آواز گونجی۔

''آج تو ایڈم صاحب مصروف ہیں۔لیکن کل شام میں ہم مل سکتے ہیں۔میں جگہ آپ کو ٹیکسٹ کر رہی ہوں۔لیکن مجھے گارنٹی چاہیے کہ تالیہ مراد سب سے پہلے ہمیں انٹرویو دیں گی۔کہیں ایسا نہ ہو کہ.....''صوفی کے ساتھ معاملات طے کرنے میں چند منٹ لگے۔فون بند ہوا تو وہ پھر سے کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔اسے جیسے چپ لگ گئی تھی۔

''میں نے کہا تھا نا۔ وہ آپ کو نہیں پہچانتا۔ اگر وہ اداکاری کر رہا ہوتا تو کہتا' کون تالیہ مراد۔ لیکن اس کو یاد تھا کہ اس کی یادداشت کھونے کے بعد اس سے آپ کے بارے میں پوچھا جاتا تھا۔ اس لیے اس نے اتنا کہا جتنا اس کو یاد تھا۔''

''یعنی اب میری پہچان صرف عصرہ محمود کی قاتل کی حیثیت سے کروائی جائے گی۔ واہ۔'' وہ طنز سے کہتی اٹھی۔ ''وہ قتل جس کے لیے میرے پاس کوئی وجہ نہیں تھی۔''

اور پھر وہ اپنے الفاظ پہ خود ہی چونکی۔

''آپ نے کہا تین چیزیں اہم ہوتی ہیں۔ ثبوت۔ آلہ قتل۔ اور motive (قتل کا سبب)۔ ثبوت اور آلہ قتل پولیس کے پاس ہیں لیکن ''وجہ'' کوئی نہیں ثابت کر سکا۔ میں آخر عصرہ محمود کا قتل کیوں کروں گی؟''

احمد نظام نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ تیزی سے بولی۔ ''عصرہ کو مار کے میں پارٹی کی چیئر پرسن نہیں بن سکتی تھی۔ نہ ہی میرے' عصرہ اور فاتح کے درمیان کوئی لو ٹرائینگل تھی۔''

''تالیہ.... آپ....'' لیکن وہ سنے بغیر بولتے ہوئے کمرے میں دائیں سے بائیں چکر کاٹ رہی تھی۔

''اگر لو ٹرائینگل ہوتی تو عصرہ مجھے مارتیں۔ نہ کہ میں عصرہ کو۔ اور کون سا عصرہ کو مار کے ان کی جائیداد میں سے مجھے کچھ مل جانا تھا۔ پھر میں کیوں ماروں گی انہیں؟'' اس نے بیگ اٹھاتے ہوئے سوال کیا۔

''کیا آپ کو عصرہ محمود کی وصیت کے بارے میں نہیں معلوم؟'' احمد نظام نے تعجب سے اس لڑکی کو دیکھا جو کندھے پہ بیگ اٹھائے ڈرائینگ روم کے وسط میں کھڑی تھی۔ وصیت کے ذکر پہ اس کی آنکھیں پھیلیں۔

''کیسی وصیت؟'' وہ دھپ سے صوفے کے اس کونے پہ بیٹھی جو ان کے قریب ترین تھا اور بے یقینی سے پوچھا۔ ''میرے ہوتے ہوئے کسی وصیت کا تذکرہ نہیں ہوا تھا۔''

''لیکن آپ نے آن لائن یا اخبارات میں کہیں تو پڑھا ہو گا کہ....''

''سمجھیں میں مر گئی تھی پچھلے سال کے لیے۔ مجھے کچھ نہیں معلوم تھا کہ دنیا میں کیا ہو رہا تھا۔ ٹھیک؟ اب بتائیں.... کون سی وصیت؟ کیسی وصیت؟''

اس کے پریشان چہرے کے دونوں اطراف میں سیاہ لٹیں گر رہی تھیں۔ وہ ان کو کان کے پیچھے اڑسنا بھی بھول گئی تھی۔

''واؤ۔ خیر آپ کو یاد ہو گا کہ اپنی موت والے دن عصرہ محمود نے دولت صاحب کو گھر بلایا تھا جب آپ ان سے جھگڑا کر کے گئی تھیں؟'' انہوں نے عینک ناک پہ پیچھے دھکیلتے ہوئے باکس سے ایک کاغذ نکال کے سامنے رکھا۔ ''دولت امان نے پولیس کو بتایا تھا کہ....''

''کیا وہ وصیت لکھوانا چاہتی تھیں؟''

''نہیں۔وصیت وہ اس واقعے سے دس دن پہلے لکھوا چکی تھیں۔وان فاتح اور دولت امان کو انہوں نے ایگزیکیوشنر مقرر کیا تھا۔دولت امان کے مطابق' وہ آخری روز وصیت میں تبدیلی کروانا چاہتی تھیں۔''

''تو....تو...'' وہ کانوں پہ ہاتھ رکھنا چاہتی تھی لیکن ہاتھ گود میں دھرے کے دھرے رہ گئے۔''پلیز یہ مت کہیے گا کہ عصرہ نے میرے نام وصیت میں کچھ لکھ دیا تھا جوان کے مرنے پہ میرا ہو سکتا تھا۔'' وہ جانتی تھی اس بات کا کیا مطلب تھا۔قتل کا اس سے بہتر سبب عصرہ تالیہ کے اوپر نہیں ڈال سکتی تھی۔اوہ نو۔

احمد نظام نے اثبات میں سر ہلایا۔''وہ اپنی آرٹ کلیکشن سے کچھ نوادرات آپ کے نام چھوڑ گئی تھیں۔ان کی موت کے چند دن بعد ان کی وصیت کھول کے سنائی گئی تھی۔وہ نوادرات اسی وقت آپ کے نام کر دیے گئے تھے اور وصیت پہ عمل درآمد مکمل کر دیا گیا تھا۔یہ کام وان فاتح نے کروایا تھا کیونکہ عصرہ ان کو ایگزیکیوشنر بنا کے گئی تھیں۔وہ اس وصیت سے ناواقف تھے لیکن اپنا فرض انہوں نے پورا کیا۔''

''یعنی عصرہ اس بات کا انتظام کر گئی تھیں کہ پولیس کو میرے خلاف قتل کا سبب بھی مل جائے گا۔'' اس نے سر ہاتھوں میں گرا لیا اور آنکھیں موند لیں۔

''عصرہ بیگم کی وصیت آپ کے خلاف سب سے بڑا ثبوت ہے۔لوگ ایک پینٹنگ کے لیے قتل کر دیتے ہیں یہاں تو وہ سات آٹھ نوادرات آپ کے لیے چھوڑ گئی تھیں۔لیکن انہوں نے آخری دن دولت امان سے کہا تھا کہ انہیں شک ہے تالیہ ان کو مروانا چاہتی ہے اس لیے وہ اگلی صبح جا کے وصیت میں تبدیلی کروائیں گی۔دولت نے کہا تھا کہ وہ پیپرز تیار کروا دے گا۔ لیکن جب وہ گھر پہنچا تو دیر ہو چکی تھی۔ان کی وصیت ان کے جنازے اور سوگ کے ایام گزر جانے کے بعد مورخہ تئیس جنوری ۲۰۱۷ کو نوٹری پبلک میں پڑھ کے سنائی گئی تھی۔'' وہ ایک کاغذ سے پڑھ کے بتا رہے تھے۔

(پہلا ورکنگ ڈے۔پہلا سوموار۔اور وہ اتوار کو غائب ہوئی تھی۔اور وہ اسی ایک اتوار میں کھو گئی تھی۔)

''وصیت منظرِ عام پہ آنے کے بعد میرے خلاف کیس مزید مضبوط ہو گیا ہو گا۔'' اس نے زرد چہرہ اٹھا کے انہیں دیکھا۔

''بالکل۔اور دولت امان کا یہ بیان کہ عصرہ وصیت کو بدلوانا چاہتی تھیں کیونکہ ان کی دوست ویسی نہ تھی جیسا وہ اس کو سمجھتی تھیں آپ کا سارا کیس خراب کرنے کے لیے کافی تھا۔''

''اور وہ وصیت؟ اس کا کیا ہوا؟''

''اشعر محمود نے ان نوادرات کے لیے اخبار میں اشتہار دیا۔اور ایسے حربے آزمائے جن کے ذریعے نوادرات کو مہنگا بنا کے

پیش کیا گیا تا کہ آپ ان کے لالچ میں واپس آجائیں۔ حالانکہ وہ نوادرات کسی خاص قدر و قیمت کے حامل نہ تھے۔ زیادہ سے زیادہ دو چار لاکھ میں بک جاتے۔ اور بس۔ جب آپ کو ان کا لالچ واپس نہ لا سکا تو وہ اشعر نے کسی میوزیم میں عارضی طور پہ رکھوا دیے۔"

"میں ان نوادرات کا کیا کروں گی؟"

"وہ آپ کو کبھی مل بھی نہیں سکتے" چے تالیہ۔ "کیونکہ اشعر محمود کو معلوم تھا عصرہ کی وصیت اس وقت بے کار ہو جائے گی جب وہ کورٹ میں اپیل دائر کر کے کہے گا کہ یہ وصیت عصرہ سے زبردستی لکھوائی گئی تھی۔"

"اور میرے اوپر قتل کا الزام دیکھتے ہوئے کورٹ ایک پیشی میں اشعر کے حق میں فیصلہ دے دے گا اور وہ بے کار نوادرات مجھے کبھی نہیں ملیں گے۔ عصرہ بھی یہی چاہتی تھیں کہ وہ مجھے نہ ملیں۔ انہوں نے جان بوجھ کے دولت کو ایسا بیان لکھوایا جو وصیت کو مشکوک بنا دے۔"

"آپ مسلسل مسز عصرہ کو موردِ الزام ٹھہرا رہی ہیں۔ حالانکہ وہ مقتولہ ہیں۔"

"آپ نہیں یقین کریں گے۔ کوئی بھی نہیں کرے گا۔" اس نے سر جھٹکا۔ "یقیناً اب تک اشعر اس وصیت کو منسوخ کرا چکا ہو گا۔"

"بالکل۔ اس نے ایسا ہی کیا ہو گا۔"

"واؤ۔ میں ان چند نوادرات کے لیے عصرہ محمود کا قتل کروں گی جن میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور جو کسی میوزیم میں سجے پڑے ہیں؟ واؤ۔" وہ بیگ اٹھاتے ہوئے کھڑی ہوئی تو اس کے چہرے پہ جھنجھلاہٹ اور غصہ نظر آ رہا تھا۔

"اس وصیت کے ہوتے ہوئے میں اپنی بے گناہی کبھی ثابت نہیں کر سکتی۔ مجھے اس ملک سے دور چلے جانا چاہیے۔ آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

وہ اسے خاموشی سے دیکھتے ہوئے کھڑے ہوئے تو تالیہ نے گویا چڑ کے پوچھا۔ ان کی نظروں میں کچھ تھا۔

"میں سوچ رہا ہوں' کہیں آپ نے واقعی یہ قتل تو نہیں کیا؟ کیونکہ چھ سال بعد آپ منظرِ عام پہ آئی ہیں۔ چھ سال ایک مشکوک عرصہ ہوتا ہے" چے تالیہ۔"

"کیوں؟ کیا ہو جاتا ہے چھ سال میں؟ کیا قتل کے الزامات مٹ جاتے ہیں؟ کیا پولیس کیس بند ہو جاتے ہیں؟ کیا چھ سال کسی کو بھلا دینے کے لیے کافی ہوتے ہیں؟ کیا چھ سالوں میں کسی کو unlove کیا جا سکتا ہے؟ کچھ بھی نہیں بدلتا چھ سال میں۔ وقت نے میرے ساتھ بہت ظلم کیا ہے۔" تلخی سے کہہ کے وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''ایک بات۔'' ان کی آواز پہ وہ بادل نخواستہ رکی۔

☆☆=========☆☆

اب آسمان صاف ہو چکا تھا۔ بارش رکے بیس منٹ ہوئے تھے لیکن سورج جانے کہاں سے نکل آیا تھا اور احمد نظام کا لان چمکیلی دھوپ سے منور ہو گیا تھا۔

وہ لان کے دہانے پہ احمد نظام کے ساتھ کھڑی ان کو خدا حافظ کہہ رہی تھی۔ اس نے ہڈ سر پہ لے رکھی تھی اور جیبوں میں ہاتھ ڈال رکھے تھے۔

''کیا آپ میرا کیس لیں گے؟'' اس نے انہیں امید سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اتنا ہائی پروفائل کیس میں ضرور لوں گا' چے تالیہ۔ میں نے آپ کو پچھلے دو گھنٹے یہ فیصلہ کر کے ہی دیے تھے۔''

وہ مسکرا دی۔ ''میں اور آپ مل کے کورٹ میں میری بے گناہی ثابت کریں گے۔ کیونکہ وقت کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا اور میرے ساتھ وقت بہت مہربان رہا ہے۔''

''کچھ دیر پہلے آپ کچھ اور کہہ رہی تھیں۔''

تالیہ نے مسکرا کے روشنی سے منور لان کو دیکھا۔ ''سمجھیں ایک لمحے میں میرا دل بدل گیا ہے۔''

وہ بھی دھیرے سے مسکرا دیے۔ ''اب آپ کہاں جائیں گی؟''

''پارلیمان ہاؤس۔ وہاں پردھان منتری اپنے منسٹرز کے ساتھ آج اجلاس میں شرکت کرنے آئیں گے۔ میں نے صبح نیوز میں دیکھا تھا۔''

''اتنے رش میں وہ آپ کو دیکھ بھی نہیں پائیں گے۔ لیکن اگر کسی اور نے دیکھ لیا تو آپ گرفتار ہو سکتی ہیں۔''

''تو آپ ہیں نا میرے وکیل۔ میری ضمانت کے کاغذات تیار رکھے گا۔'' معنی خیز نظروں سے ان کو دیکھتی وہ آگے بڑھ گئی۔

☆☆=========☆☆

پارلیمان کی عمارت میں کافی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ یا شاید وقت بدل گیا تھا۔ یہی لفٹ تھی' یہی در و دیوار تھے جہاں وہ دوان فاتح کی کافی پکڑے اس کے پیچھے تیز تیز چلا کرتی تھی۔ فاتح' تالیہ' باڈی مین' گارڈ' سب ایک ساتھ لفٹ میں داخل ہوتے تھے۔ ایک ساتھ نکلتے تھے۔ راستے میں وہ ان کو مختلف کاموں سے آگاہ کرتی جاتی تھی۔

مگر تب فاتح کے ارد گرد اتنا رش نہیں ہوتا تھا جتنا آج تھا۔ لفٹ کے دروازوں کے سامنے ہجوم اکٹھا تھا۔ صحافی' کیمرہ مین'

سیکیورٹی کا عملہ..... سب تیار بیٹھے تھے کہ ادھر پردھان منتری لفٹ سے نکلیں اور ادھر وہ ان پہ ٹوٹ پڑیں۔

وہ کاریڈور کے دوسرے سرے پہ کھڑی تھی۔ سر پہ ہڈ ڈالے' سینے پہ بازو لپیٹے' وہ خاموشی سے لفٹ کے بند دروازوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ لفٹ سے نکلے گا' راہداری پار کرے گا' اور سامنے والے دروازوں کے پار گم ہو جائے گا۔ ایک راہداری پار کرنے میں اسے چھ سیکنڈ لگنے تھے۔ تالیہ کو چھ سال لگے تھے۔ لیکن وقت وقت کی بات تھی۔

لفٹ کے دروازے کھلے۔ وہ چونک کے سیدھی ہوئی۔ اندر سے وان فاتح چار پانچ افراد کے ہمراہ نکلا۔ وہ نکلتے ہی مسکرا کے رپورٹرز کے سوالوں کا جواب دینے لگا۔ اس کے قدم راہداری پہ آگے بڑھ رہے تھے۔ رپورٹرز مائیک اس کی طرف بڑھائے الٹے قدموں پیچھے کو ہٹ رہے تھے۔

ایک سیکنڈ..... دو سیکنڈ..... پانچ سیکنڈ..... اور وہ دروازے کے پار گم ہو گیا۔ اس نے تالیہ کو نہیں دیکھا۔

فاتح کے پیچھے چلتے اشعر کو رپورٹرز نے گھیر لیا۔ وہ مسکرا کے ان سے بات کرتا آگے بڑھنے لگا۔ وہ راہداری کے وسط میں تھا جب رپورٹرز کے ہجوم سے دور کونے میں کھڑی لڑکی پہ اس کی نظر پڑی۔ سیاہ ہڈ کے ہالے میں دمکتا چہرہ۔ وہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اشعر نے ایک نظر اسے دیکھا' پھر مسکرا کے رپورٹرز کو ہاتھ ہلاتا آگے بڑھ گیا۔

وہ تین قدم چلا۔ پھر رکا۔ ذہن نے اس چہرے کو پراسیس کرنے میں چند لمحے لیے تھے۔

وہ ایک دم چونک کے مڑا۔

وہ ابھی تک اسے دیکھ رہی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں۔ پھر لڑکی گویا کرنٹ کھا کے گھوم گئی۔ رپورٹرز کا ہجوم راستے میں آ گیا۔ اشعر نے گردن اونچی کر کے اسے تلاشنا چاہا۔ رپورٹرز سامنے سے ذرا ہٹے تو اس نے دیکھا..... وہ لڑکی اب وہاں نہیں تھی۔

وہ زیادہ دیر وہاں نہیں کھڑا ہو سکتا تھا کہ رپورٹرز پھر سے سوالات اس کی جانب پھینکنے لگے تھے۔ وہ سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا۔ البتہ اس کا سارا وجود گہرے تعجب کے زیرِ اثر تھا۔ کیا اس نے واقعی تالیہ مراد کو دیکھا تھا یا یہ اس کا گمان تھا؟

☆☆=========☆☆

ڈائننگ ہال میں ناشتہ چنا تھا اور ہر روز کی طرح سربراہی کرسی پہ وان فاتح بیٹھا چائے پینے کے ساتھ موبائل پہ مصروف نظر آتا تھا۔ اشعر اور جولیانہ اس کے دائیں اور بائیں ہاتھ بیٹھے تھے۔ اشعر کافی کے مگ میں چمچ ہلا رہا تھا اور جولیانہ تیز تیز دلیہ کھا رہی تھی۔ وہ سیاہ لمبے بالوں اور اداس آنکھوں والی ٹین ایج لڑکی تھی جس کا سر عموماً جھکا رہتا تھا۔ اس میں عصرہ کی شباہت واضح محسوس ہوتی تھی۔

دروازہ دستک کے ساتھ کھلا۔ تینوں نے چہرے اٹھا کے دیکھا تو سامنے ییشا کا مسکراتا ہوا چہرہ نظر آیا۔

''سوری میں آپ کو ڈسٹرب کر رہی ہوں۔'' اس نے ہونٹ باہم ملا کے خفت سے کندھے اچکائے۔ گرے منی کوٹ پہ شہد رنگ بالوں کو دونوں طرف سے ٹوئسٹ میں باندھے' اس نے کانوں میں موٹے موٹے سفید موتی پہن رکھے تھے۔ چمکدار سیاہ جوتوں سے چلتی وہ ان کے قریب آئی اور معذرت چاہی تو جولیانہ مسکرا دی۔

''نو پرابلم میم۔ میں بس ناشتہ ختم کرنے والی ہوں۔'' ساتھ ہی جولیانہ نے وال کلاک کو دیکھا۔

''نہیں۔ تم آرام سے ناشتہ کرو۔ میں خود ہی جلدی آئی تھی۔ مجھے دا تو سری سے بات کرنی تھی۔'' وہ لب کاٹتی' شرمندگی اور جوش کے ملے جلے تاثر کے ساتھ فاتح کو مخاطب کر کے بولی تو اس نے نظر اٹھا کے دیکھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے عام حالات میں بے حد پر اعتماد سی ییشا پردھان منتری کے سامنے اپنا اعتماد کھو دیتی تھی۔ شاید بہت سے لوگ کھو دیتے تھے۔

''شیور۔ سب خیریت ہے' مسز ییشا؟'' اس نے چائے گھونٹ بھرتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

''آپ ادھر آ جائیں۔'' جولیانہ اپنی کرسی سے اٹھی اور ادب و اپنائیت سے ییشا کو جگہ پیش کی۔ فاتح نے مسکرا کے جولی کے انداز کو دیکھا۔ جب سے ییشا اس کی ٹیوٹر بنی تھی' جولیانہ کے انداز میں بہت رکھ رکھاؤ آ گیا تھا۔ تمیز' تہذیب' آداب۔ وہ عام ٹین ایجرز کی طرح slang نہیں بولتی تھی۔ ٹیکسٹ لکھتی تو پورے الفاظ لکھتی۔ بولتی تو گاڑھی زبان بولتی۔ اب بھی فاتح نے دیکھا کہ ییشا جولیانہ کا شکریہ ادا کر کے کرسی پہ بیٹھی اور جس نفاست سے اپنا ہیٹ ایک طرف رکھا اور پرس دوسری طرف' جولیانہ اس کا انداز کسی مشتاق طالب علم کی طرح نوٹ کیے جا رہی تھی۔

''میں دراصل ایک درخواست کرنا چاہتی تھی۔''

''جی بتائیے۔'' فاتح نے کپ نیچے رکھا اور سنجیدگی سے پوچھا۔

اشعر نے مسکرا کے جولیانہ کو دیکھا جو مسکراہٹ دبائے دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ دونوں نے معنی خیز نگاہوں کا تبادلہ کیا اور سر جھکا لیا۔ ادھر ییشا کہہ رہی تھی۔

''اور آپ بغیر کسی مروت کے انکار کر سکتے ہیں۔''

''ظاہر ہے میں انکار کر سکتا ہوں۔'' وہ مسکرایا۔ ییشا کے گال سرخ ہوئے۔ اس کا رہا سہا اعتماد بھی متزلزل ہونے لگا۔

''جیسا کہ آپ کو معلوم ہے..... میں ایک فوٹوگرافر بھی ہوں۔ میں اپنی ایک ایگزیبیشن منعقد کر رہی ہوں۔ اگلے ہفتے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اس میں شرکت کریں۔'' اس نے بیگ سے ایک کارڈ نکال کے سامنے رکھا۔ فاتح نے کارڈ تھاما اور کھول کے سرسری سا دیکھا۔

''اتوار کو؟''

''جی۔ اتوار کو۔ کیا آپ وقت نکال سکیں گے؟'' وہ امید سے پوچھ رہی تھی۔ انکار کا خوف بھی تھا۔

فاتح نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تو اشعر تیزی سے بولا۔ ''اتوار کو بیس پچیس منٹ کے لیے کسی ایگزیبشن میں شرکت کرنا اتنا مشکل تو نہیں ہے' آبنگ۔ آپ آسانی سے وقت نکال لیں گے۔''

جولیانہ نے مسکرا کے سر مزید جھکا دیا۔ فاتح نے البتہ صرف ایک گہری نظر اشعر پہ ڈالی اور واپس میشا کو دیکھا۔

''نمائش کس بارے میں ہے؟''

''میری فوٹو گراف کلیکشن کے بارے میں۔''

''آپ کیا فوٹو گراف کرتی ہیں؟''

''قدرتی مناظر میں نظر آتے جانور۔''

''کون سے جانور؟''

''گھوڑے۔ دراصل... نمائش گھوڑوں کی تصاویر کے بارے میں ہے۔ سیاہ اور سفید گھوڑے۔ زیادہ سیاہ۔'' وہ جلدی جلدی بتانے لگی۔ اب وہ پرجوش نظر آنے لگی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔

''سیاہ گھوڑے کیوں؟ لڑکیاں تو سفید گھوڑے زیادہ پسند کرتی ہیں۔ فیری ٹیلز کے جیسے۔'' اس نے کپ سے آخری گھونٹ بھرا اور ساتھ ہی کلائی کی گھڑی دیکھی۔ اسے اب جانا تھا۔

''جس زمانے میں فیری ٹیلز لکھی گئی تھیں' تب شاید انسانوں کو ان کی سفیدی کی وجہ سے پسند کیا جاتا تھا۔ اب ہم مختلف زمانے میں رہ رہے ہیں' داتو سری۔ ہم بطور انسان ڈارک ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمیں اپنی سیاہی کو قبول کر لینا چاہیے۔'' (توقف سے بولی) ''کیا میں توقع رکھوں کہ آپ میری نمائش کا فیتا کاٹیں گے؟'' پھر جلدی سے اضافہ کیا۔ ''اور میں آپ کے عہدے سے فائدہ نہیں اٹھا رہی۔ نہ ہی آپ کو بطور پردھان منتری بلا کے اپنی نمائش کو مشہور کروانا چاہتی ہوں۔ میں نے بہت کم لوگوں کو مدعو کیا ہے۔ زیادہ تر میرے اسٹوڈنٹس کے پیرنٹس ہیں۔''

''پھر تو ربن کوئی دوسرا پیرنٹ بھی کاٹ سکتا ہے۔''

''کوئی دوسرا پیرنٹ پردھان منتری ہے کیا؟'' وہ ترکی بہ ترکی بولی۔ اب کے مسکرا بھی رہی تھی۔

''اوکے۔ آپ یہ کارڈ میرے پروٹوکول آفیسر کو دے دیں۔'' وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا۔

''تھینک یو۔''

''آپ کو معلوم ہے میرا پروٹوکول آفیسر کون ہے؟''

''نہیں۔''ہیشا نے شرمندگی سے دائیں بائیں گردن ہلائی۔ دانتوں سے لب بھی کاٹے۔ فاتح نے گہری سانس لی۔

''آپ جب گھر میں داخل ہوئی ہوں گی تو سامنے....''

''آپ رہنے دیں۔ میں دے دوں گا۔ میں پی ایم کا چیف آف اسٹاف ہوں۔ یہ کام بھی میری جاب ڈسکرپشن میں آتے ہیں۔''اشعر نے جلدی سے کارڈ پکڑ لیا اور شائستگی سے بولا تو ہیشا مسکرا دی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تھینک یو۔ آپ آئیں گے نا؟''وہ کسی فین گرل کی سی ایکسائٹمنٹ سے پوچھ رہی تھی۔ انگلیاں باہم ملا رکھی تھیں۔

''میں کوشش کروں گا۔''وہ رسماً اتنا بولا۔ جولیانہ ناشتہ ختم کر چکی تھی۔ وہ ہیشا کو لیے وہاں سے رخصت ہو گئی تو اشعر کھنکھارا۔

''آپ کو اس لڑکی کے لیے ٹائم نکالنا چاہیے' آبنگ۔''

''میں سمجھ رہا ہوں' جو تم کر رہے ہو۔''وہ کوٹ کا بٹن بند کرتے ہوئے سر جھٹک کے اٹھا تو اشعر بھی ساتھ ہی کھڑا ہوا۔

''لیکن آپ مجھے روک نہیں رہے۔ میں بھی سمجھ رہا ہوں۔''

فاتح بس مسکرا کے آگے بڑھا جب اشعر کو یاد آیا۔

''سر.... مجھے یاد آیا.... پتہ ہے کل میں نے پارلیمان میں کس کو دیکھا؟''

فاتح نے مڑ کے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔''تمہاری ایکس وائف؟''

''نہیں۔''اس نے برا منہ بنایا۔ پھر سر جھٹکا اور دبے دبے جوش سے بولا۔

''میں نے کل تالیہ مراد کو دیکھا۔''

وہ کرسی کی پشت پہ ہاتھ رکھے کھڑا' آدھا مڑ کے اشعر کو دیکھ رہا تھا۔ ان الفاظ پہ اسی طرح کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ بنا پلک جھپکے۔ بنا اگلا سانس لیے۔

وقت جیسے تھم گیا تھا۔ گھڑی کی سوئی رک گئی تھی۔ ساری دنیا دم سادھے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

پھر فاتح کی آنکھوں کی پتلیاں سکڑیں۔ اس نے تعجب سے دہرایا۔''تم نے.... تالیہ مراد کو دیکھا؟ تالیہ؟ ہماری تالیہ؟''

''جی۔ پارلیمان ہاؤس میں۔ آئی مین....''اشعر اسے اتنا سنجیدہ دیکھ کے ہکلایا۔''مجھے ایک لڑکی کو دیکھ کے لگا کہ وہ تالیہ مراد ہے۔''

فاتح نے میز پہ ہتھیلیاں رکھیں اور اس کے سامنے جھکا۔

''اشعر محمود... تم نے تالیہ کو دیکھا ..... یا نہیں؟'' اس کی آواز' انداز' آنکھیں... ان سب میں اتنی سنجیدگی تھی کہ اشعر کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔

''مجھے.... گمان گزرا... کہ وہ تالیہ تھی۔ ایک سیکنڈ کے لیے اسے دیکھا لیکن پھر وہ مڑ گئی۔ آئی ڈونٹ نو۔ شاید وہ تالیہ نہیں تھی۔'' اس نے لہجے کو عام سا تاثر دینے کی کوشش کی۔ فاتح سیدھا ہو گیا۔ اس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ڈسٹرب ہو گیا ہے۔ اتنا ڈسٹرب کہ اشعر متعجب رہ گیا تھا۔

وان فاتح خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جیسے وہ ابھی تک اشعر کی بات پہ یقین نہ کر پا رہا ہو۔

اس کے جانے کے بعد اشعر نے تیزی سے فون نکالا اور ایک نمبر ملایا۔

''فوراً میرے پاس آؤ۔ مجھے پارلیمان جانا ہے۔ ہاں سب خیریت ہے۔ بس ایک اشتہاری مجرم کو میں نے کل وہاں دیکھا تھا۔ اس کی گرفتاری کے لیے کچھ اقدامات کرنے ہیں۔ جلدی آؤ۔''

فون رکھ کے اس نے نمائش کا دعوت نامہ اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈائننگ ہال کے بغلی دروازے سے باہر نکلو تو راہداری بنی تھی۔ اس کے آگے ایک روشن کھڑکیوں والا کمرہ تھا جہاں ایک پیانو رکھا تھا۔ دوسری جانب میز کرسیاں بچھی تھیں۔ میشا ایک کرسی پہ بیٹھی کتاب کے صفحے پلٹ رہی تھی جب جولیانہ اندر داخل ہوئی۔ پانی کا گلاس اس کے ہاتھ میں تھا۔ اسے میز پہ رکھا اور خاموشی سے بیٹھ گئی۔ میشا نے نظر اٹھائی تو اس کا سفید چہرہ دیکھ کے چونکی۔

''جولی.... تم پانی لینے گئی تھیں۔ اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہو؟'' نرمی سے استفسار کیا۔

جولیانہ نے بے چینی سے لب کاٹے۔ ''اشعر انکل ڈیڈ سے کہہ رہے تھے کہ انہوں نے تالیہ مراد کو دیکھا۔''

''تالیہ مراد کون؟'' میشا نے الجھ کے اسے دیکھتے ہوئے کتاب بند کی۔

''جس پہ میری ماما کے قتل کا الزام تھا۔ وہ کئی سال پہلے یہاں سے چلی گئی تھی۔ شاید ملک سے بھاگ گئی تھی۔''

''اچھا ہاں۔ میں نے اس کے بارے میں پڑھا تھا ایک دفعہ۔ وہ داتو سری کی چیف آف اسٹاف ہوتی تھی۔''

''اب کیا وہ ہماری زندگیوں میں واپس آجائے گی؟'' وہ اضطرابی انداز میں انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

''جولیانہ۔'' میشا نے نرمی سے اس کے بخ ہوتے ہاتھ تھامے اور اس کی طرف جھکی۔ ''کوئی آئے یا جائے' اس سے تمہیں فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہم سب تمہاری حفاظت کے لیے موجود ہیں۔''

''اس پہ میری ماما کا قتل ثابت نہیں ہوا تھا۔ آپ کو کیا لگتا ہے اس نے ماما کا قتل کیا ہو گا؟'' جولیانہ عجیب سے انداز میں پوچھ

رہی تھی۔

''دیکھو بچے....بغیر ثبوت کے کسی پہ الزام لگانا گناہ ہوتا ہے۔ہمیں کیا معلوم اس نے قتل کیا تھا یا نہیں؟ یہ ثابت کرنا عدالت کا کام ہے۔تم نے ان باتوں کا اثر خود پہ نہیں لینا۔یہ دا تو سری کا مسئلہ ہے۔وہ ہینڈل کر لیں گے۔تم نے ٹیسٹ تیار کرنا ہے ابھی۔ٹھیک؟'' وہ نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی۔جولیانہ نے سر جھکا کے گردن ہلائی۔

☆☆=========☆☆

لفٹ کے دروازے کھلے تو تالیہ نے قدم باہر رکھا۔جیبوں میں ہاتھ ڈالے' سر پہ ہڈ پہنے' وہ گہری نظروں سے اطراف کا جائزہ لیتی باہر نکلی۔سامنے دو طرف مڑتی راہداریاں تھیں جن میں اپارٹمنٹس کے دروازے کھلتے تھے۔

ایڈم کا دروازہ بالکل سیدھ میں تھا۔وہ وہیں کھڑی کچھ دیر اس کو دیکھتی رہی۔اس دروازے کی گھنٹی پہ ہاتھ رکھنے کے لیے بہت ہمت چاہیے تھی۔یونہی پیچھے مڑ کے دیکھا تو لفٹ جو نیچے جا چکی تھی اب واپس اوپر آ رہی تھی۔چار منزلوں کا فرق رہ گیا تھا۔سرخ ہندسہ ہر سیکنڈ تبدیل ہو رہا تھا۔وہ تیزی سے دوسری راہداری کی اوٹ میں ہو گئی۔جانے کون اندر سے نکلے۔

دروازے کھلے اور صوفی باہر نکلی۔چھوٹے بالوں اور گول بالیوں والی صوفی فائلز کا پلندہ اٹھائے' جھنجھلاتی ہوئی ہینڈ بیگ بھی سنبھال رہی تھی۔اس کا اسٹریپ بار بار کہنی سے لٹک جاتا۔تالیہ نے اوٹ سے دیکھا' وہ ایڈم کے دروازے کی سمت میں جا رہی تھی۔یکا یک بیچ راہداری کے اس کا بیگ پھسلا۔اس کو سنبھالتے سنبھالتے ساری فائلز نیچے جا گریں۔

''یا اللہ۔'' وہ پہلوؤں پہ ہاتھ رکھے سر جھکائے غصے سے بولی۔دفعتاً ایڈم کے دروازے کا لاک کھلنے کی آواز آئی۔اوٹ سے دیکھتی تالیہ فوراً پیچھے ہو گئی۔دل بری طرح دھڑکا۔

''اوہ۔میں تمہیں بلانے نیچے آنے لگا تھا۔کب سے انتظار....'' ایڈم کی آواز ٹوٹ گئی۔''یہ کیا کیا ہے تم نے؟ کافی تو نہیں گرا دی میرے پیپرز پہ؟ یا اللہ صوفی....''

''کافی لائی ہی نہیں۔سوچا پیپرز پکڑا آؤں پھر لاتی ہوں۔آپ کی مہمان آ گئی؟''

''نہیں۔اب تک تو آ جانا چاہیے تھا۔'' آوازوں سے محسوس ہوتا تھا دونوں نیچے بیٹھے ایک ساتھ پیپرز چن رہے ہیں۔''تم نے ساری ترتیب ہی بگاڑ دی۔ان کو اسٹیپل تو کر لینا تھا۔''

''سوری باس۔'' پھر وہ توقف سے بولی۔''میں نے تالیہ مراد کی جو فائل بنائی تھی وہ پڑھ لی آپ نے؟''

''ہاں پڑھ لی۔کیا یہ واقعی سچ ہے کہ وہ کون آرٹسٹ تھی؟'' آوازیں سرگوشیوں میں بدل گئیں۔تالیہ دیوار سے کان لگائے سانس روک کے سننے لگی۔

''جی باس۔اس نے صوفیہ رحمٰن سے سرکاری معافی نامہ لیا تھا عصرہ کو قتل کرنے سے پہلے۔''

''یعنی عصرہ کا قتل اس نے معافی نامے کے بعد کیا۔ چچ چچ۔'' وہ ایک اجنبی سا تبصرہ تھا۔

''مگر سوال یہ ہے صوفی کہ وہ مجھے اپنی کہانی کیوں بتانا چاہتی ہے؟ وہ کسی بھی اینکر کے پاس جا سکتی تھی۔ میں ہی کیوں؟''

''کیونکہ آپ مس مراد کو جانتے تھے۔آپ کی مختلف پارٹیز میں اکٹھی تصاویر بھی ہیں پچھلے سال پہلے کی۔''

''وہی تو مسئلہ ہے۔ جب عورتوں نے سنا کہ ایڈم کی یادداشت کھو گئی ہے' تب سے اتنی عورتیں آ کے دعویٰ کرنے لگیں کہ میں ان کو جانتا ہوں۔ کسی کو میں نے ادھار دیا تھا' کسی کو میں نے پرپوز کیا تھا' اور پتہ نہیں کیا کیا۔'' وہ ناخوشی سے کہہ رہا تھا۔''اتنی مشکل سے یہ سلسلہ رکا تھا۔اب معلوم نہیں مس مراد کو میں کیوں جانتا تھا اور اس کے ساتھ میں نے کیوں پارٹیز اٹینڈ کی تھیں۔''

''آپ نے اپنی والدہ سے پوچھا؟''

''ہاں۔ان کا کہنا ہے کہ جب میں وان فاتح کا باڈی مین تھا' تب وہ ان کے امیر فیملی فرینڈز میں سے ایک تھی اور کبھی کبھی مجھ سے ملنے گھر بھی آتی تھی۔اب پتہ نہیں اس کا بیان کیا ہوگا۔'' وہ چڑچڑا لگتا تھا۔

''ریلیکس باس۔اگر جھوٹ بول رہی ہو گی تو معلوم ہو جائے گا۔''

''پھر بھی اس کی مزید چھان بین کرو۔ وہ کرمنل رہ چکی ہے۔اس کا کوئی خفیہ ایجنڈا بھی ہو سکتا ہے۔'' وہ دونوں اب اندر جا رہے تھے۔دروازہ بند ہوا تو تالیہ نے آنکھیں کرب سے بند کیں۔''اوہ ایڈم.....!''

ایڈم کی ڈور بیل بجانے کا وقت آ گیا تھا۔

صوفی اسے خوش اخلاقی سے خوش آمدید کہتی اندر لے آئی۔تالیہ نے ہڈ پیچھے گرا دی تھی اور سیاہ کھلے بال کانوں کے پیچھے اڑس رکھے تھے۔طائرانہ نگاہوں سے اس پرتعیش اپارٹمنٹ کا جائزہ لیتی وہ صوفی کے پیچھے اسٹڈی میں آ گئی۔وہاں اجلے سفید صوفے رکھے تھے جن پہ سیاہ اور پیلے کشن رکھے تھے۔کتابوں کے شیلف دونوں اطراف میں سجے تھے۔

ایڈم ایک صوفے پہ بیٹھا موبائل دیکھ رہا تھا۔اسے صوفی کے پیچھے آتے دیکھ کے اٹھ کھڑا ہوا اور رسمی مسکرایا۔

''خوش آمدید' مس مراد۔'' اس کا چہرہ اجنبی تھا۔وہاں شناسائی کی کوئی رمق نہ تھی۔

''وقت دینے کا شکریہ' ایڈم صاحب۔'' تالیہ اسے گہری نظروں سے دیکھتی سامنے بیٹھی۔ہلکی بڑھی شیو' آنکھوں پہ چشمہ' اور نیلی جینز کے اوپر پورے آستین کی سبز ہائی نیک شرٹ اسے بہت سوبر بنا رہی تھی۔البتہ چہرے کی سادگی آج بھی ویسی تھی۔

''مس مراد۔ میں کافی لینے جا رہی ہوں۔'' صوفی نے ایک اچھے میزبان کی طرح اسے مخاطب کیا۔ ''آپ کس قسم کی کافی پسند کریں گی؟''

''جس کو لانے میں آپ کو کافی دیر لگے۔'' اس نے صوفی کو دیکھتے ہوئے سپاٹ سے انداز میں کہا۔ لڑکی کے ابرو استعجاب میں اٹھے۔ پھر اس نے ایڈم کو دیکھا۔ اس نے آنکھوں سے اشارہ کیا۔ وہ سر ہلا کے زبردستی مسکرائی۔

''اسپریسو کے ڈبل شاٹ ٹھیک رہیں گے۔'' اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ دونوں اب اسٹڈی روم میں اکیلے بیٹھے تھے۔ آمنے سامنے۔ درمیان میں میز حائل تھی۔ تالیہ کی نظریں ایک لمحے کے لیے بھی اس سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔ ایڈم کی سادہ نظریں بھی اس پہ جمی تھیں۔

''آپ نے اپنی ضمانت قبل از گرفتاری کروا رکھی ہے' مس مراد؟'' وہ ریکارڈر کا بٹن دباتے ہوئے بولا۔

''پچھلے سال پہلے آپ مجھے تالیہ کہتے تھے۔ مس مراد قدرے مغربی طرز تخاطب ہے۔ لیکن خیر.... ملائیشیاء کافی مغربی ہوتا جا رہا ہے۔'' اس نے شانے اچکا دیے۔ ایڈم نے پتلیاں سکوڑ کے بغور اسے دیکھا۔

''آپ کے انداز سے لگتا ہے کہ آپ کافی عرصے بعد ملائیشیاء آئی ہیں۔ کیا آپ نے ضمانت کروا رکھی ہے' مس مراد؟''

''آپ پوچھیں گے نہیں کہ پچھلے سال پہلے آپ مجھے کیسے جانتے تھے؟''

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ پلک جھپکے بنا۔ تالیہ سانس روکے ان کو دیکھ رہی تھیں۔

''میں آپ کو جانتا ہوں۔ آپ ایک معروف سوشلائیٹ تھیں۔'' اس نے انداز کو سرسری بنایا۔ ''آپ کے فرار کے بعد پولیس نے مجھ سے بھی کئی ایک بار آپ کے متعلق پوچھا تھا۔''

''آپ جانتے ہیں یا آپ کو 'یاد' ہے؟'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانک کے مسکرائی۔

ایڈم کے چہرے پہ بیزاری سی ابھری۔ اس نے پہلو بدلا۔ 'اوکے فائن۔ میری یادداشت ایک حادثے میں متاثر ہوئی تھی۔ اس لیے اگر میں نے ان پچھلے ماہ میں آپ سے کوئی معاہدہ کیا تھا تو آپ مجھے ابھی بتا دیں۔ میں پہیلیوں کا شوقین نہیں ہوں۔ لیکن ہاں.... آپ کو کسی بھی معاہدے کا تحریری ثبوت دینا ہو گا۔''

وہ اداسی سے مسکرائی۔ ''نہیں۔ آپ کا میرے اوپر کوئی ادھار نہیں ہے۔ ہمارے درمیان کبھی کوئی معاہدہ' کوئی وعدہ نہیں ہوا تھا۔ بس چند ایک دفعہ پارٹیز میں ملاقات ہوئی تھی۔ دیٹس اِٹ۔'' اس نے بھی انداز کو اجنبی بنا لیا۔

ایڈم نے گہری سانس لی۔ اسے جیسے ڈھیروں اطمینان ملا تھا۔

''میں چاہتی ہوں کہ آپ میری اسٹوری کو کور کریں اور حقائق عوام کے سامنے لائیں۔''

’’سچ کیا ہے‘اس کا فیصلہ عوام کرتی ہے۔میرا کام دونوں اطراف کی کہانی کو عام کے سامنے لانا ہے۔اگر آپ کا کیس چلتا ہے تو میں پراسیکیوشن کا بیانیہ سامنے لانے کا بھی پابند ہوں۔‘‘

’’مجھے کوئی اعتراض نہیں۔‘‘وہ مسلسل اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔اسٹڈی روم میں خاموشی چھا گئی۔

’’اوکے۔آپ بتائیں۔آپ کا سچ کیا ہے۔‘‘ایڈم ٹانگ پہ ٹانگ جما کے ٹیک لگا کے بیٹھا اور گھٹنے پہ نوٹ بک رکھ کے قلم کھول لیا۔

’’آپ کو میں واقعی یاد نہیں ہوں؟‘‘پتہ نہیں اس نے کس آس کے تحت پوچھا۔

ایڈم نے گہری سانس بھری۔’’نہیں۔آئی ایم سوری۔لیکن مجھے اردگرد کے لوگوں نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔میں وان فاتح کا باڈی مین تھا ایک زمانے میں۔‘‘

’’ایک زمانے میں۔‘‘ وہ اسے دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔

’’وہیں میری آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔اور ایک پارٹی میں آپ نے وان فاتح کے بااثر مہمانوں کے سامنے میری حمایت کی تھی۔یاد نہیں کس بات پہ۔‘‘سادگی سے شانے اچکا دیے۔

’’یہ آپ کو آپ کی والدہ نے بتایا ہوگا یقیناً۔‘‘وہ زخمی سا مسکرائی۔اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

’’کیا ہمارے درمیان اس سے زیادہ بھی کچھ تھا؟‘‘اس کی آنکھوں میں تجسس کی چمک در آئی۔جیسے وہ اس لڑکی کو جاننے کا خواہشمند ہو۔

’’نہیں۔بس ایک اچھی شناسائی تھی۔اور ایک سفر ہم نے اکٹھا کیا تھا۔‘‘

’’جنگل کا؟‘‘وہ چونک کے بولا تو وہ ٹھہر کے اسے دیکھنے لگی۔

’’آپ کو یاد ہے وہ سفر؟‘‘الجھ کے پوچھا۔

ایڈم کھنکھارا‘اور پھر الفاظ ڈھونڈنے چاہے۔’’مس مراد میں آپ سے ملنے پہ اس لیے راضی ہوا ہوں کیونکہ میں نے ایک عرصہ اپنے اردگرد آپ کا ذکر سنا ہے اور میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میرے اور آپ کے درمیان کس قسم کا تعلق تھا۔کیونکہ میری یادداشت کے متاثر ہونے کے بعد میں نے چند ایک دفعہ آپ کو خواب میں دیکھا تھا۔عجیب سی بات ہے لیکن ہم دونوں ہمیشہ ایک نہ ختم ہونے والے جنگل میں سفر کر رہے ہوتے تھے۔‘‘

’’صرف ہم دونوں؟‘‘

’’جی۔صرف ہم دونوں۔کیوں؟کیا کوئی اور بھی تھا؟‘‘وہ آگے کو ہوا۔

''میں آپ کے سارے سوالات کے جوابات دے دوں گی لیکن پہلے آپ کو میری کہانی لوگوں کو بتانی ہوگی۔ڈیل؟''

ایڈم بن محمد کی آنکھوں میں چمک در آئی۔وہ جیسے پر جوش نظر آنے لگا تھا۔

''ڈیل۔''پھر توقف سے بولا۔''یعنی آپ جانتی ہیں کہ میرے ساتھ چھ سال پہلے کیا ہوا تھا؟میری یادداشت کیوں کھوئی تھی؟''

''جی۔میں آپ کو تھوڑا بہت بتائے دیتی ہوں۔ہم ایک سفر پہ گئے تھے۔اور آپ کو جنگلی جڑی بوٹیوں کے علم پہ عبور حاصل تھا۔سفر کے آخر میں آپ نے مجھے کچھ بتانا تھا۔آپ نے کہا تھا کہ ہم جنگل کے اس پار جا کے اس بارے میں بات کریں گے۔ایک بات کا ادھار تھا آپ کے اوپر بس۔لیکن میرا خیال ہے کہ آپ اس لمحے کے آنے سے ڈرتے تھے۔آپ کا دل اتنی بری طرح ٹوٹا تھا کہ آپ نے ایسی دوا بنا کے کھائی تھی جس سے آپ کی مخصوص وقت کے لیے یادداشت کھو گئی تھی۔آپ نے اپنی یادداشت کو خود کھویا ہے۔جان بوجھ کے۔''

''یہ ناممکن ہے۔کوئی دوا ایک مخصوص وقت کی یادداشتیں کیسے ختم کر سکتی ہے؟''وہ حیران ہوا تھا۔

''تو پھر آپ کی یاداشت کیسے کھوئی؟آپ نے یہ اپنے ساتھ خود کیا تھا۔آپ ایسے تجربے کرتے رہتے تھے دواؤں کے ساتھ۔یادیں تکلیف دیتی ہیں ایڈم صاحب۔اس لیے دیکھیں....آج آپ کتنے خوش اور مطمئن ہیں۔ایک شخص کو ذہن سے مٹا دینے سے کتنے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔''

ایڈم کی آنکھوں کی پتلیاں مشکوک انداز میں سکڑیں۔''او کے۔مجھے اس بات پہ یقین نہیں آیا لیکن وقت کم ہے اس لیے آپ کے کیس کے بارے میں بات کرتے ہیں۔''اس نے گھڑی دیکھ کے سوالات کا آغاز کیا۔''آپ اپنے دفاع میں کیا کہیں گی؟''

''عصرہ محمود نے خودکشی کی تھی۔''صوفے پہ ٹیک لگائے بیٹھی لڑکی اطمینان سے بولی۔''وہ اپنی زندگی سے مایوس تھیں۔اور انہوں نے اپنے ساتھ مجھے بھی پھنسانے کا بندوبست کیا تھا۔''

وہ لمحے بھر کو ششدر رہ گیا۔قلم رکھ دیا۔پھر ریکارڈر کا بٹن بند کیا۔

''مس مراد....آپ کو معلوم ہے آپ کیا کہہ رہی ہیں؟کوئی بھی اس بات پہ یقین نہیں کرے گا۔''

''اور عصرہ کو یہ معلوم تھا۔وہی اصل قاتل ہیں۔میں مشکل میں اس لیے ہوں کہ کوئی اس بات پہ یقین نہیں کرے گا۔''

اسٹڈی روم کی فضا میں تناؤ سا در آیا۔ایڈم کے چہرے پہ اکتاہٹ پھیلنے لگی۔

''آپ میرا وقت تو نہیں ضائع کر رہیں؟''

تالیہ نے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی اور آگے کو ہو کے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

''جس لمحے میڈیا کو معلوم ہوگا کہ پردھان منتری کی بیوی کی قاتل تالیہ مراد ملائیشیا واپس آ چکی ہے....اور میرے اوپر مقدمہ چلے گا....اس وقت سارے چینلز میرا چہرہ دکھائیں گے۔سارے رپورٹرز مجھ سے بات کرنا چاہیں گے۔لیکن میں صرف ایک اینکر سے بات کروں گی۔اگر آپ وہ ایک رہنا چاہتے ہیں اور اپنے کیریئر کی سب سے سنسنی خیز اسٹوری کور کرنا چاہتے ہیں' تو آپ کو اپنا وقت مجھ پہ صرف کرنا پڑے گا۔'' اس کا لہجہ ٹھنڈا اور سپاٹ تھا۔اس نے محسوس کیا کہ ایڈم کے انداز میں واضح تبدیلی آئی۔اس نے پہلو بدلا اور جلدی سے بولا۔

''ظاہر ہے میں آپ کی اسٹوری کور کرنا چاہتا ہوں۔ضروری نہیں ہے کہ میں آپ سے متفق ہوں لیکن میں آپ کی کہانی ضرور آگے بتاؤں گا۔کیا آپ اپنے دعوے کو ثابت کر سکتی ہیں؟''

''عصرہ یہ کام اکیلے نہیں کر سکتی تھیں۔کوئی تھا جس نے ان کی مدد کی۔مجھے اس شخص کو ڈھونڈنا ہے۔''

''یعنی ابھی آپ کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے؟''

''آپ ثبوت ڈھونڈنے میں میری مدد کیوں نہیں کرتے؟ آپ انویسٹی گیٹو جرنلسٹ ہیں۔اپنے پرتعیش آفس سے باہر نکلیں اور میرے ساتھ سڑکیں ماپیں ایڈم صاحب۔بغیر محنت اور تفتیش کے اتنی بڑی اسٹوری آپ کو کیسے مل سکتی ہے؟''

''میں تیار ہوں۔'' اس نے برامان کے کندھے اچکائے۔''لیکن آخر میں آپ مجھے میرے سوالات کا جواب ضرور دیں گی۔اور پلیز یہ کوئی جڑی بوٹیوں والی کہانی نہیں سنائیں گی۔''

وہ چند لمحے سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔''میں آپ کو سب کچھ سچ بتادوں گی۔اب میں کسی سے نہیں ڈرتی۔''

''پھر آپ فرار کیوں ہوئیں؟ اور اتنا عرصہ آپ کہاں تھیں؟'' اس نے ریکارڈر پھر سے آن کیا' نوٹ بک کھولی اور لکھنے لگا۔

''میں اس بات کا جواب صرف کورٹ میں دوں گی۔بس یوں سمجھیں کہ وقت نے میرے ساتھ بہت مہربانی کی ہے۔''

''مہربانی کیسے؟''

''میرے چھ سال ضائع کروا کے۔'' وہ پورے دل سے مسکرائی۔

''چھ سال ضائع کرنا مہربانی تو نہیں ہوتی۔بلکہ......''

''آپ مجھے وان فاتح سے ملوا سکتے ہیں؟''

سوال قدرے غیر متوقع تھا۔ایڈم چونک کے اسے دیکھنے لگا۔''وہ آپ کو دیکھتے ہی پولیس بلوا لیں گے۔''

''وہ ایسا نہیں کریں گے۔ آپ ان سے میٹنگ کا وقت لے سکتے ہیں؟''

''میں وان فاتح کا نقاد ہوں اور اونچی کرسی والوں کو نقاد پسند نہیں ہوتے۔ وہ مجھے مہینوں میٹنگ کا وقت نہیں دیں گے۔''

''مجھے ان سے صرف پانچ منٹ کے لیے ملنا ہے۔ وہ ہر دوسرے دن کسی نہ کسی سیاسی گیدرنگ میں مدعو ہوتے ہیں۔ آپ مجھے کسی ایسی محفل کا دعوت نامہ دلوا سکتے ہیں؟''

''میں ان کے پروٹوکول آفیسر سے پوچھ سکتا ہوں۔'' وہ سر جھکا کے فون پہ پیغام بھیجنے لگا۔ کتابیں خاموشی سے ان دونوں کو دیکھتی رہیں۔

''آپ کے والدین کہاں ہیں؟ کیا وہ آپ کے ساتھ نہیں رہتے؟''

ایڈم نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا اور پتلیاں سکوڑیں۔ ''وہ اپنے پرانے گھر میں رہتے ہیں۔ کیوں؟''

''جہاں مرغیاں اور چوزے ہوا کرتے تھے؟'' وہ کچھ یاد کر کے مسکرائی۔ ایڈم نے محض ہنکارا بھرا۔ وہ ابھی تک لیا دیا انداز اپنائے ہوئے تھا۔

پھر وہ اس سے کیس کے متعلق مزید سوالات پوچھنے لگا۔ وہ جواب میں عصرہ کا سارا پلان بتاتی گئی۔ ایڈم کو یہ سب ہضم کرنے میں وقت پیش آ رہی تھی لیکن وہ ضبط سے ایک ایک چیز نوٹ کرتا گیا۔ دفعتاً اس کا فون بجا۔ اس نے موبائل اٹھا کے دیکھا۔

''پی ایم کے پروٹوکول آفیسر نے میرے ایک پرانے فیور کا لحاظ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ پی ایم اس ہفتے ایک آرٹ نمائش میں شرکت کر رہے ہیں۔ پرائیوٹ محفل ہے۔ تھوڑے لوگ ہوں گے وہاں۔ میں آپ کو پاس دلوا دوں گا۔ آپ ان سے ملاقات کر سکیں گی۔''

''پی ایم کو آرٹ میں دلچسپی کب سے ہونے لگی؟''

''میں نے بھی یہی سوچا تھا۔ لیکن یہ نمائش ہیشا تاج کی ہے۔'' اس نے پڑھ کے بتایا۔ تالیہ کے ابرو اکٹھے ہوئے۔

''ان کی بیٹی کی ٹیوٹر؟''

''ہاں شاید۔ میں نے اس کو ایک دو دفعہ سوشل میڈیا پہ ہی دیکھا ہے۔''

''اچھا۔ اور کیا جانتے ہیں آپ اس کے بارے میں؟'' تالیہ پیچھے کو ہو گئی اور سوچتے ہوئے پوچھا۔

''ہیشا تاج کے بارے میں؟ اتنا خاص نہیں۔ یہ پتراجایا کی ایک جانی پہچانی سوشلائیٹ ہے۔ اور کافی ٹیلنٹڈ فوٹوگرافر ہے۔ سنگل مدر ہے اور ایک بیٹی بھی ہے اور....''

''اور اس کا ایکس ہزبینڈ کرمنل ہے اور اس کو ابھی تک ہراساں کرتا ہے۔''

ایڈم نے چونک کے اسے دیکھا۔''یہ مجھے نہیں معلوم تھا۔آپ جانتی ہیں اس کو؟''

''جی۔آپ بھی جانتے تھے اس کو۔بلکہ آپ اس سے ملے بھی تھے۔''

''اچھا؟''وہ واقعتاً حیران ہوا۔پھر چونکا۔''اس پراسرار جنگل میں سفر کرتے وقت؟''

''نہیں۔وہ جنگل تو ایک دوسری دنیا تھی۔آپ کی ہیشا سے ملاقات جنگل میں جانے سے پہلے ہوئی تھی۔مسز عصرہ کی آرٹ گیلری میں۔تب آپ وان فاتح کے باڈی مین تھے۔اور یہ ایک آرٹ کلیکٹر تھی۔وہاں کچھ خریدنے آئی تھی۔آپ کو نہیں یاد؟''

''اچھا؟اسٹرینج۔اور آپ بھی ملی تھیں اس سے؟''

''میں وہیں تھی۔''تالیہ نے اثبات میں گردن ہلا دی۔دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو وہ خاموش ہوگئی۔صوفی گتے کی ٹرے میں تین کافی کپ اٹھائے مسکراتی ہوئی آرہی تھی۔

''میں اب چلتی ہوں۔آپ مجھے پارٹی کا وقت اور جگہ ٹیکسٹ کر دیجئے گا۔''وہ اٹھتے ہوئے بولی تو صوفی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''کافی تو پی لیں۔''

''میں نے کب کہا کہ نہیں پیئوں گی۔''اس نے سادگی سے کہتے ہوئے ایک کپ اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

ایڈم نے صوفی کو اشارہ کیا اور ہوا میں لکھنے کے انداز میں انگلیاں چلائیں۔وہ ٹرے رکھ کے فوراً سے اس کے پیچھے لپکی۔

''مس مراد... مجھے تحریری طور پہ آپ سے ضمانت چاہیے کہ آپ کسی دوسرے اینکر سے.....''صوفی نے ایک کلپ بورڈ شیلف سے اٹھایا ہی تھا کہ تالیہ مڑی' کلپ بورڈ اس کے ہاتھ سے لیا' جانے کہاں سے قلم نکال کے اس پہ ایک' دو' تین جگہوں پہ دستخط کیے اور اسے واپس صوفی کو تھمایا۔

''میری زبان ہی میرا دستخط ہے ویسے' صوفی۔اگر میں کہہ رہی ہوں کہ کسی اور سے بات نہیں رکھوں گی تو کوئی مجھے کسی اور سے بات کرنے پہ مجبور نہیں کر سکتا۔''جتا کے بولی۔صوفی نے ایک نظر کاغذ کو دیکھا' اور دوسری اس پہ ڈالی۔

''آپ نے کانٹریکٹ پڑھا ہی نہیں ہے۔''

''ایڈم بن محمد ایک ایماندار آدمی ہے۔سچ بولتا ہے۔وہ مجھے کسی غلط شرط کا پابند نہیں کرے گا۔''

صوفی نے ایڈم کو دیکھا جس نے لاعلمی سے کندھے اچکا دیے۔تالیہ اب باہر نکل چکی تھی۔صوفی اس کے پیچھے گئی۔وہ

دروازے پہ رکی کھڑی کچھ سوچ رہی تھی۔ صوفی کو دیکھ کے بولی۔

''ایڈم اور میں نے ایک لمبا عرصہ ایک کتب خانے میں گزارا تھا۔''

''اچھا۔ میں کبھی آپ نے ایک عرصہ جنگل میں ساتھ گزارا تھا۔''

تالیہ نے چونک کے اسے دیکھا۔ صوفی نے مسکرا کے کان میں ننھے آلے کی طرف اشارہ کیا۔

''میں ہر میٹنگ میں موجود ہوتی ہوں۔''

وہ نہیں مسکرائی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

''کیا اب بھی وہ کتابیں پڑھتا ہے؟ عام لوگوں کی طرح نہیں۔ بہت عقیدت' لگن اور محبت سے؟''

صوفی چپ ہو گئی۔ پھر کندھے اچکا دیے۔'' آپ نے ان کی کتابیں نہیں دیکھیں؟ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مالک کو انہیں پڑھنے کا کتنے شوق ہے۔'' اس ڈپلومیٹک جواب پہ تالیہ نے مسکرا کے سر کو خم دیا۔

''ہاں۔ میں نے دیکھا ہے کہ اسٹڈی کے ریکس میں قیمتی ہارڈ کورز کتنی ترتیب سے رکھے گئے ہیں۔ یا تو ایڈم کی ہاؤس کیپر صفائی بہت اچھی کرتی ہے یا وہ ان کتابوں کو ہاتھ تک نہیں لگاتا۔ تم نے وہ ایڈم نہیں دیکھا جو کتابیں سجانے سے زیادہ انہیں جذب کرنے کا شوقین تھا۔ خیر.. وقت وقت کی بات ہے۔'' اس نے بڈ سر پہ گرائی اور آگے بڑھ گئی۔

صوفی کا منہ کھل گیا۔ وہ بالکل ساکت رہ گئی تھی۔ یہ لڑکی کون تھی جو اتنے سال بعد آئی تھی اور ایک نظر میں اس کے باس کو اندر تک جان گئی تھی؟

☆☆=========☆☆

کنٹرول روم میں کوئی کھڑکی نہ تھی جس کے باعث اندر نہ سورج کی روشنی پہنچتی نہ تازہ ہوا۔ بڑی میز پہ قطار میں کمپیوٹر اسکریز رکھی تھیں۔ ایک کرسی پہ اشعر بیٹھا غور سے اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے دائیں بائیں دو افراد جھکے کھڑے اسی طرف متوجہ تھے۔ گزشتہ روز کی سی سی ٹی وی فوٹیج اسکرین پہ چل رہی تھی۔

''پیچھے کرو..... پیچھے....'' وہ ایک دم بولا تو ساتھ کھڑے آدمی نے جھک کے چند کیز دبائیں۔ ویڈیو پیچھے جانے لگی۔ اس نے پلے کیا تو اشعر کی آنکھوں میں چمک در آئی۔

''یعنی وہ میرا گمان نہیں تھا۔ یہ لڑکی واقعی وہاں موجود تھی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بڑبڑایا۔

اسکرین پہ لفٹ سے نکلتی تالیہ نظر آرہی تھی۔ اس کی کیمرے کی طرف پشت تھی' اور سر پہ ہڈی تھی' لیکن وہ پہچان گیا تھا کہ یہ وہی تھی۔ وہ کافی دیر وہاں کھڑی رہی۔ مگر فاتح کے جانے کے بعد اشعر کو دیکھ کے وہ مڑ گئی۔ اس زاویے پہ بالآخر اس کا چہرہ

دکھائی دیا۔ وہ تالیہ مراد ہی تھی۔

آپریٹر نے زوم کر کے تالیہ کے چہرے پہ ویڈیو روک دی۔ اشعر تھوڑی کو انگلیوں سے مسلتے ہوئے کتنی ہی دیر اس منظر کو دیکھے گیا۔ تالیہ مراد بالآخر.... (انگلیوں پہ گنا)..... چھے سال بعد ان کی زندگیوں میں واپس آ چکی تھی۔

''اس کے علاوہ پوری عمارت کی ویڈیوز میں یہ کہیں نہیں ہے۔ ہر جگہ یہ کیمرے سے بچ جاتی ہے۔ یا پشت کر لیتی ہے۔ لیکن یہاں اس نے کیمرے کے سامنے کھڑے ہونے کا خطرہ مول لے لیا۔''

''کیونکہ یہاں کوئی تھا جس سے وہ ملنے آئی تھی۔'' وہ مسکراتے ہوئے بڑبڑایا۔ اس مسکراہٹ میں تنفر بھی تھا اور دلچسپی بھی۔

''کیا میں سیکیورٹی کو اطلاع کر دوں کہ اگر یہ دوبارہ آئے تو.....''

''اونہوں۔ وہ یہاں دوبارہ نہیں آئے گی کیونکہ وہ مجھے دیکھ کے خوفزدہ ہو گئی ہے۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ آپریٹر نے سر ہلا دیا۔ دوسرا آدمی جو فاتح کا چیف سیکیورٹی آفیسر تھا' اس کے ساتھ چلتے ہوئے باہر آیا۔ اشعر کو مسلسل خاموش دیکھ کے وہ راہداری میں رکا اور اسے مخاطب کیا۔

''سر.... آگے کے لیے کیا حکم ہے؟''

''مجھے اس لڑکی کو گرفتار کروانا ہے۔'' وہ سوچتی نظروں سے اسے دیکھ کے بولا۔ دونوں راہداری کے وسط میں کھڑے تھے۔ اردگرد لوگ آجا رہے تھے۔ آفیسر نے آواز دھیمی کر دی۔

''لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کہاں رہ رہی ہے۔ البتہ ہم سارے شہر کی پولیس کو الرٹ کر کے....''

''اونہوں۔ پولیس اسے ڈھونڈ سکتی تو اتنے سال پہلے ڈھونڈ لیتی۔ تم تالیہ مراد بن کے سوچو۔ وہ پی ایم سے ملنے آئی تھی لیکن نہیں مل سکی۔ اب وہ کیا کرے گی؟'' وہ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سارا دن وہ اسی نہج پہ سوچتا رہا تھا۔

''اس کو شہر میں سہولت کار چاہیے ہوں گے۔''

''بالکل۔ کیا اس کی دوست گرفتار ہوئی تھی؟ وہ موٹی سی گھنگھریالے بالوں والی؟''

''نہیں سر۔ وہ گزشتہ چھے برس سے لاپتہ ہے۔''

''ہوں۔'' اشعر کی آنکھوں میں چمک در آئی۔ ''تالیہ کا ایک اور دوست بھی تھا۔ وہ اینکر ایڈم بن محمد۔ وہ اس سے ضرور رابطہ کرے گی۔ یوں کرو کل صبر ان کی برتھ ڈے پارٹی پہ ایڈم کو مدعو کر دو میری طرف سے۔''

''آپ کو یقین ہے کہ ایڈم اس سے رابطے میں ہو گا؟''

''بالکل۔ایڈم فوراً اس کو خبر دے گا۔ہمیں تالیہ کو ڈھونڈنا نہیں پڑے گا۔وہ خود ہمارے پاس آئے گی۔وہ پارٹی پہ پی ایم سے ملنے کی کوشش کرے گی۔کل شام.....برتھ ڈے پہ ہم اسے گرفتار کریں گے۔''

''آپ اس کے لیے ٹریپ سیٹ کرنا چاہ رہے ہیں؟'' وہ سمجھ کے سر ہلا رہا تھا۔''میں بظاہر سیکیورٹی کم رکھوں گا لیکن درحقیقت سادہ لباس میں اہلکاروں کو ہر جگہ پھیلا دوں گا۔''

''وہ بہت خطرناک کرمنل ہے۔اسے بچ کے نہیں جانا چاہیے۔اور اس ٹریپ کی خبر تمہارے علاوہ کسی کو نہیں ہونی چاہیے۔''

''شیور۔'' پھر اس نے ساتھ چلتے اشعر کو غور سے دیکھا۔''پی ایم کو مطلع کر دیا آپ نے؟''

''نہیں۔ان کو اس بات کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے۔''

آفیسر کے ماتھے پہ بل پڑے۔''سر...ان کو بتانا ضروری ہے۔وہ پردھان منتری ہیں۔''

اشعر اس کی طرف گھوما اور سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

''جانتے ہو پردھان منتری کون ہوتا ہے؟ جو صرف کمرے میں بیٹھ کے حکم دیتا ہے۔اس کے سارے احکامات کو متعلقہ اداروں تک پہنچانے والا اس کا چیف آف اسٹاف ہوتا ہے۔اس کو ہر روز ہر کسی کے بارے میں رپورٹ کرنے والا اس کا چیف آف اسٹاف ہوتا ہے۔کس سیکیورٹی آفیسر کو برخاست کرنا ہے (سر سے پیر تک اسے دیکھا) اور کس کو ترقی دینی ہے'یہ ایڈوائس اس کو چیف آف اسٹاف دیتا ہے۔پردھان منتری اونچی دیواروں کے درمیان قید ہوتا ہے۔اس کا بیرونی دنیا سے واحد رابطہ اس کا چیف آف اسٹاف ہوتا ہے۔اگر تم سوچو تو پردھان منتری سے زیادہ طاقتور اس کا چیف آف اسٹاف ہوتا ہے۔اور میں وان فاتح رامزل کا چیف آف اسٹاف ہوں۔''

ٹھنڈے انداز میں توڑ توڑ کے اس کو سنایا۔ماتھے پہ بل بھی ڈال لیے۔سیکیورٹی آفیسر نے سکون سے ساری بات سنی۔

''رائٹ سر۔اور اگر چیف آف اسٹاف اپنے باس کی پیٹھ کے پیچھے کچھ کرے تو وہ چیف آف اسٹاف نہیں رہتا۔وہ تالیہ مراد بن جاتا ہے جسے شہر میں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملتی۔میں اپنے پی ایم کو مطلع کرنے کا پابند ہوں۔چاہے ان کے چیف آف اسٹاف کو اچھا لگے یا برا۔''

اشعر نے صبر کا گھونٹ اندر اتارا۔(ڈیم ڈیموکریسی۔) اور مسکرا کے بولا۔''کیوں نہیں؟ جب تمہاری ان سے ملاقات ہو تو بتا دینا۔''

اشعر محمود لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔سیکیورٹی آفیسر نے ناپسندیدگی سے اسے دیکھا۔وہ جانتا تھا کل شام تک اشعر محمود نے

اسے اتنا مصروف رکھنا ہے کہ اس کی ملاقات پی ایم سے ہو ہی نہ پائے۔

☆☆=========☆☆

سری پردھانہ میں واقع وزیراعظم کا آفس کشادہ اور پرتعیش تھا۔ طاقت کی منبع کرسی کے پیچھے والی دیوار بھوری لکڑی کے کیبنٹ اور شیلف سے ڈھکی تھی۔ ایک دیوار میں شیشے کی بڑی سی کھڑکی تھی جس سے سرما کی دھوپ اندر آرہی تھی۔ وان فاتح اپنی کرسی پہ بیٹھا' عینک لگائے' شرٹ کے آستین موڑے فائلز دیکھ رہا تھا۔ تبھی دروازہ کھٹکا اور ایک سوٹ میں ملبوس نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک سیاہ کور والی فائل اٹھا رکھی تھی۔ وہ میز کے سامنے مودب سا آ کھڑا ہوا۔

''سر... یہ فائل آپ نے مانگی تھی۔''

''کون سی فائل' شاہدان؟'' وہ کاغذوں پہ جھکے' کچھ تلاش کرتے ہوئے بولا۔ پھر جیسے یاد آیا۔ ''اچھا تم وہ لے آئے۔ یوں کرو....'' فاتح نے ادھر ادھر دیکھا۔ ''کسی شیلف میں رکھ دو۔ میں فارغ ہو کے دیکھ لوں گا۔ تھینک یو۔''

شاہدان نامی اسٹاف نے سر ہلایا اور فاتح کے عقب میں بنے ایک شیلف تک آیا۔ اس میں تین سیاہ کور والی فائلز پہلے ہی رکھی تھیں۔ اس نے اس فائل کو ان کے اوپر سلیقے سے رکھا اور واپس اس کی میز کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''سر... اشعر صاحب کا فون آیا تھا۔ وہ آج آفس نہیں آسکیں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ سے کہوں ان کا ٹیکسٹ دیکھ لیں فیروز صاحب سے میٹنگ سے پہلے۔''

''میٹنگ.... میٹنگ....'' فاتح نے سر اٹھایا اور مسکرا کے اسے دیکھا۔ ''جانتے ہو' شاہدان' جب میں چھوٹا تھا تو سمجھتا تھا کہ ملک کا وزیراعظم پورے ملک کی رکھوالی کرتا ہے۔ اس کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ کسی عقاب کی طرح۔''

شاہدان مسکراتے ہوئے پردھان منتری کو سننے لگا جو کہہ رہا تھا۔

''لیکن وزیراعظم بننا سری پردھانہ میں قید ہونے کا نام ہے۔ سارا دن ہم کیا کرتے ہیں؟ میٹنگز اور میٹنگز۔ کابینہ سے میٹنگ۔ مختلف شہروں سے آئے اپنے پارٹی اراکین سے میٹنگز۔ مجھے تو بھول ہی گیا ہے کہ کے ایل کے پارک اور تالاب کیسے دکھتے تھے۔''

کہتے ہوئے فاتح نے فون نکالا اور اشعر کا پیغام دیکھنے لگا۔ شاہدان تذبذب سے سر ہلا کے واپس مڑ گیا۔ اس سے زیادہ وہ پی ایم کا وقت نہیں ضائع کر سکتا تھا۔

''جانتے ہیں فارورڈ بلاک کی قیادت کون کر رہا ہے؟ فیروز۔ میں نے اسے آپ کے آفس بھیجا ہے۔ آپ اس سے ڈیل کر لیں۔''

وان فاتح کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔ چہرے سے لگتا تھا وہ پیغام پڑھ کے شدید برہم ہوا ہے۔اس نے انٹرکام اٹھایا اور تلخی سے حکم جاری کیا۔

''فیروز کو اندر بھیجو۔'' پھر عینک اتار کے پیچھے کو ٹیک لگالی۔

تھوڑی دیر بعد ایک ادھیڑ عمر ٹوپی والا آدمی اس کے سامنے بیٹھا تھا۔اس کے چہرے پہ بے بسی اور ناپسندیدگی کے ملے جلے تاثرات تھے۔سامنے بیٹھا وان فاتح اپنا غصہ دبائے بظاہر نرمی سے کہہ رہا تھا۔

''پچھلی حکومت میں میں ٹھیک سے چار قانون بھی نہیں پاس کروا سکا تھا' فیروز۔صرف اس لیے کہ میرے پاس پارلیمان میں کھلی اکثریت نہیں تھی۔اس دفعہ ہے۔لیکن اگر میرے ہی منسٹرز میرے خلاف فارورڈ بلاک بنا کے میرے ارکان کو توڑلیں گے تو میں ایجوکیشن بل کیسے پاس کرواؤں گا جس کے لیے پچھلے چار ماہ سے ہم دن رات کام کر رہے ہیں؟''

''داتو سری...اراکین آپ سے ناراض ہیں۔آپ نے ان سے کیے وعدے پورے نہیں کیے۔اگر آپ میری جگہ خود کو رکھ کے سوچیں تو....''

''میں تمہاری جگہ نہیں ہوں فیروز۔تم اپنی جگہ خود کو رکھ کے سوچو۔تمہارے بلاک کا کیا مستقبل ہے؟'' وہ ٹیک لگا کے بیٹھا اور پیپر ویٹ ہاتھوں میں گھمانے لگا۔''صوفیہ رحمن کی کھلم کھلا حمایت تم کر نہیں سکتے۔ہم سے کٹ کے تمہیں نہ فنڈز ملیں گے نہ تمہیں میڈیا ایک ہفتے سے زیادہ کوریج دے گا۔کچھ عرصے بعد تمہارے ارکان ٹوٹ ٹوٹ کے واپس میرے پاس آجائیں گے۔تم لوگ خسارے کا سودا کر رہے ہو۔''

آفس میں چند لمحے کے لیے سناٹا چھا گیا۔پھر فیروز نے پہلو بدلا۔

''داتو سری...ہمارے بغیر بل پاس نہیں ہو سکتا۔آپ کو ہمارے مطالبات سننے پڑیں گے۔''

''تم جانتے ہو میں نے تمہیں یہاں کس لیے بلایا ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔آپ کو میرا استعفیٰ چاہیے۔'' وہ زہر خند ہوا۔''لیکن میرا استعفیٰ لے کر آپ خود کو میرے اور میرے بلاک کے ووٹوں سے محروم کر دیں گے۔خسارے کا سودا آپ کر رہے ہیں۔''

''مجھے تمہارا استعفیٰ نہیں چاہیے۔میں تمہیں ایجوکیشن کمیٹی کا چیئرمین بنانے جا رہا ہوں۔''

آفس میں سناٹا چھا گیا۔فیروز دنگ سا اسے دیکھے گیا۔''اور میرے ساتھی اراکین؟ان کو کیا ملے گا؟''

''کچھ بھی نہیں۔تم ان کو راضی کرو گے کہ وہ میرے بل کے حق میں ووٹ دیں۔کیسے راضی کرو گے' یہ تمہارا کام ہے۔''

وہ ٹیک لگائے بیٹھا بغور اس کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔''تم میرے بہترین آدمیوں میں سے ایک ہو۔ایجوکیشن کمیٹی کی کرسی

تم سے زیادہ کوئی ڈیزرو نہیں کرتا۔لیکن اس کے لیے بل کا پاس ہونا ضروری ہے۔ فیصلہ تمہارا ہے۔"

"ایش۔" اس کے جانے کے بعد فاتح موبائل کان سے لگائے کہہ رہا تھا۔"فیروز راضی ہو گیا ہے۔ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔"

"اور باقی آدھا مسئلہ؟ شکری صاحب کے پاس بھی ناراض اراکین کا گروہ ہے۔اس کو کس چیز لا کالج دیں گے ہم؟"

"نہیں وہ فیروز کی طرح کا نہیں ہے۔ میں اسے کچھ نہیں کہوں گا۔سمجھو ہمیں اس کی غداری کا علم ہی نہیں ہے۔ میں کیبنٹ میٹنگ میں جا رہا ہوں۔ میٹنگ میں میں اس کی پرفارمنس پہ ناراضی کا اظہار کروں گا۔تم یہ خبر میڈیا کو دے دینا۔ چار دن تک رپورٹرز اس کی بری پرفارمینس پہ اتنی خبریں چلائیں گے کہ میں اس کا استعفیٰ قبول کرنے پہ مجبور ہوں گا۔"

"یہ زیادہ اچھا ہے۔"

"ایش...." وہ رکا اور ٹھہر کے سرسری سے انداز میں پوچھا۔"تم نے صبح کہا تھا کہ تم نے تالیہ کو دیکھا۔ مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ...تم نے کیا دیکھا تھا۔"

"آبنگ.....دیکھیں....میں نے ایک لڑکی کو دیکھا تھا پارلیمان ہاؤس میں جس کی شکل تالیہ مراد سے بہت ملتی تھی۔بس ایک جھلک دیکھی۔اب مجمع میں اسے روک تو نہیں سکتا تھا۔ پتہ نہیں وہ تالیہ تھی بھی یا نہیں۔"

"کیا وہ واپس آ گئی ہے؟" فاتح نے کرسی کا رخ موڑا اور کھڑکی سے نظر آتے سبزہ زار کو دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔"اتنے سال بعد؟"

"آبنگ....ہم حکومت میں ہیں۔ پولیس ہماری ہے۔اگر وہ آ گئی ہے تو چھپ نہیں سکے گی۔اسے کوئی نہ کوئی ڈھونڈ لے گا۔ریلیکس۔آپ بل پہ فوکس کریں۔"

فاتح نے فون رکھا اور کھڑکی کی ساتھ دیوار پہ نصب وائٹ بورڈ کو دیکھا جس پہ دو خانے مار کر سے بنائے گئے تھے۔دونوں خانوں میں رنگ برنگے مقناطیسی گوٹ جڑے تھے۔وہ کرسی سے اٹھا اور وائٹ بورڈ تک آیا۔یس اور نو کے خانوں میں "نو" کے حصے میں آنے والے گوٹ زیادہ تھے۔

"فیروز واپس آ گیا ہے۔اس کے ساتھ اراکین بھی واپس آ جائیں گے۔"اس نے ایک ایک کر کے "نو" سے پچھے گوٹ اٹھا کے یس کے خانے میں لگائے۔حساب ابھی تک اس کے خلاف جا رہا تھا۔اسے اب بھی مزید ووٹ چاہیے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہیں ڈیڈ؟" آواز پہ وہ چونکا۔گردن موڑ کے دیکھا تو سفید فراک والی بچی کونے میں کھڑی تھی۔اس نے سفید ہیئر بینڈ لگا رکھا تھا اور سادگی سے پلکیں جھپکاتی پوچھ رہی تھی۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ میں اتنے سال سے اس کرسی پہ کیا کر رہا ہوں۔'' وہ واپس بورڈ کو دیکھنے لگا۔ ''میں یہاں لوگوں کی فلاح کے کام کرنے آیا تھا لیکن ایک دن بھی مجھے اپنوں اور غیروں نے سکون نہیں لینے دیا۔ یہ ہر روز میری کرسی کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں ہر روز اپنا تخت ان کو ہاتھوں سے بچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ مجھے اپنی جاب پسند نہیں ہے' آریانہ اور اپنی جاب کو پسند نہ کرنا ایک شدید ذہنی اذیت ہے۔''

آریانہ خاموشی سے اسے سنے گئی۔ اب وہ زیادہ بولا نہیں کرتی تھی۔ یا شاید وان فاتح کو اس کی آوازیں کم سنائی دیا کرتی تھیں۔

☆☆=========☆☆

ہوٹل کے کمرے کے پردے برابر تھے اور اندر صرف ٹیبل لیمپس کی روشنی پھیلی تھی۔ بیڈ سفید چادروں سے نفاست سے بنایا گیا تھا۔ سامنے دو صوفے رکھے تھے جن کے دائیں بائیں ایستادہ زرد لیمپ ان کاغذوں پہ روشنی بکھیر رہے تھے جنہیں تالیہ اور احمد نظام بیٹھے دیکھ رہے تھے۔

''بچے تالیہ.... آپ کو گرفتاری دے دینی چاہیے۔ یا کم از کم مجھے ضمانت قبل از گرفتاری کروانے کی اجازت دیجیے۔''

وہ جو فائل کے صفحے پلٹا رہی تھی' سر اٹھا کے خفگی سے انہیں دیکھنے لگی۔ ''تالیہ وقت سے چھ سال پیچھے ضرور ہے لیکن بہت سوں سے اب بھی آگے ہے۔ ابھی اس سب کا وقت نہیں آیا۔''

''آپ کیا پلان کر رہی ہیں؟''

''مجھے فاتح سے ملنا ہے۔ ایڈم نے کہا ہے کہ ییشا تاج کی نمائش پہ مجھے ان سے ملوا دے گا۔'' وہ ماتھے پہ سلوٹیں لیے صفحے پہ نظریں دوڑا رہی تھی۔

''مگر وہاں سیکیورٹی ہوگی۔ آپ گرفتار ہو جائیں گی۔ اور ییشا تاج کون؟ وہ آرٹسٹ کم ٹیوٹر؟''

''جی۔ اور حیرت کی بات ہے ایڈم کو وہ بالکل یاد نہیں۔''

''کیا ایڈم صاحب بھی ان سے واقف تھے؟ یعنی چھ سال قبل؟''

تالیہ نے فائل بند کی اور گہری سانس لے کر انہیں دیکھا۔ ''آپ بوڑھے ہو رہے ہیں۔''

اسی لمحے فون بجا تو احمد نظام چپ ہو گئے۔

''مس مراد.... آپ کے لیے اچھی خبر ہے۔'' ایڈم کا خوشگوار مگر پروفیشنل سا لہجہ سنائی دیا۔ تالیہ کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔ ''اشعر محمود کے بیٹے کی سالگرہ کا دعوت نامہ مجھے ابھی ملا ہے۔ آپ نمائش کی بجائے اسی سالگرہ پہ جا سکتی ہیں میرے

ساتھ۔“

”اچھا؟ کب ہے سالگرہ؟“

”کل شام۔ وقت اور جگہ میں ٹیکسٹ کر رہا ہوں۔ لیکن احتیاط کیجئے گا۔ یہ ٹریپ بھی ہو سکتا ہے اور آپ گرفتار بھی ہو سکتی ہیں۔“

”یوں آپ کی کہانی زیادہ دلچسپ ہو جائے گی۔“

”یہ تو ہے۔“

”تالیہ!“ کال بند ہوئی تو اسے سوچ میں گم دیکھ کے احمد نظام نے متنبہ کیا۔ ”آپ سوچیں بھی مت کہ آپ یہ خطرہ مول لے سکتی ہیں۔ آپ گرفتار ہو جائیں گی۔“

”کوشش میں کیا حرج ہے؟ مجھے فاتح سے ملنا ہے۔“

”اس روز پارلیمان میں اشعر نے آپ کو دیکھ لیا تھا۔ کیا معلوم یہ ایک ٹریپ ہو اور وہ آپ کے انتظار میں ہوں۔“

”میں محتاط رہوں گی۔ کوئی مجھے گرفتار نہیں کر سکتا جب تک کہ میں خود نہ چاہوں۔“ وہ اٹھی اور میز تلے سے ایک بیگ پیک اٹھا کے کندھوں پہ ڈالا۔ پھر ہڈ سر پہ گرا دی۔

”اور اگر آپ گرفتار ہو گئیں؟“ وہ افسوس سے اس کو کہیں جانے کے لیے تیار ہوتے دیکھ رہے تھے۔

”تو آپ مجھے جیل سے نکالنے کا کوئی طریقہ سوچ رکھیے گا۔ بس ایک دفعہ میں فاتح سے مل لوں' پھر بھلے گرفتار ہو جاؤں' مجھے فرق نہیں پڑتا۔“ وہ پر عزم لہجے میں بولی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

”اتنا اعتماد اچھا نہیں ہوتا' بے تالیہ۔ دنیا چھے سال آگے بڑھ چکی ہے۔ آپ ابھی تک وہیں کھڑی ہیں۔“

مگر وہ باہر نکل چکی تھی۔ انہوں نے افسوس بھری سانس خارج کی۔

تالیہ کے پلانز تھے۔ تالیہ کی مرضی۔

☆☆=========☆☆

صبران کی سالگرہ ایک ریستوران میں منائی جا رہی تھی۔ وہاں چند دوست احباب اور قریبی فیملی کے لوگ موجود تھے۔ کیک کٹنے سے کھانا لگنے تک' اشعر محمود بے چین رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار مہمانوں میں مصروف کھڑے خوش باش سے فاتح کی طرف اٹھتیں۔ پھر وہاں سے سفر کرتی سیکیورٹی چیف تک چلی جاتیں۔ وہ اشعر کو دیکھ کے مایوسی سے نفی میں سر ہلاتا تو اشعر کی بے چینی بڑھ جاتی۔

وہ نہیں آئی تھی۔ ٹریپ ناکام گیا تھا۔

''اردگرد موجود تمام سیکیورٹی ٹیمز کو کوئی مشتبہ عورت نہیں نظر آئی۔''

پارٹی کے اختتام کے قریب سیکیورٹی چیف اس کے پاس آیا اور سرگوشی میں بولا۔ اشعر نے برہمی سے ریستوران کے لاؤنج میں پھیلے مہمانوں کو دیکھا۔

''وہ آئے گی۔ وہ آبنگ سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ ڈیسپریشن اس سے غلط حرکت کروائے گی۔''

''پورا ریستوران چیک کیا ہے۔ باتھ روم۔ چھت۔ وہ نہیں آئی۔'' پھر وہ اس کے پاس نہیں رکا۔ آگے بڑھ گیا۔ اشعر کی نظروں نے اس کا تعاقب کیا۔ وہ وان فاتح کے قریب گیا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''مجھے آپ کو کچھ بتانا تھا سر۔ ہم نے آج ایک ٹریپ سیٹ کیا تھا.....'' وہ بتاتا گیا۔

دور سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے اشعر کے لب بے بسی سے بھنچے۔ وہ فوراً اس جانب لپکا۔ جب وہ قریب پہنچا تو اس نے فاتح کو کہتے سنا۔ ''جانتا ہوں۔ اشعر نے بتایا تھا۔''

اس کے بظاہر سرسری انداز پہ آفیسر قدرے پھیکا پڑ گیا۔ پھر فاتح کی نظریں اشعر سے ملیں تو وہ اپنے پردھان منتری کی آنکھوں میں در آنے والا غصہ پہچان گیا۔ فاتح ایک کٹیلی نظر اس پہ ڈال کے واپس مہمانوں کی طرف متوجہ ہو گیا لیکن گاہے بگاہے اشعر کی طرف نظر اٹھتی تو اس میں عجیب سی کاٹ ہوتی۔

''سر آپ کے لیے کال ہے۔'' اس کے پی اے نے قریب آ کے اطلاع دی تو اس نے برہمی سے اسے ٹوکا۔

''ابھی نہیں۔''

''سر.....کوئی احمد نظام ہیں۔ کسی تالیہ مراد کے وکیل۔ وہ بات کرنا.....'' اس کا فقرہ مکمل ہونے سے قبل اشعر نے فون چھین لیا اور کان سے لگایا۔ ''ہیلو؟'' اس کا دل زور سے دھڑکا۔

''اشعر صاحب.....میں احمد نظام بول رہا ہوں۔ آپ کو شاید میں یاد نہ ہوں لیکن ایک زمانے میں.....''

''مجھے آپ یاد ہیں۔'' وہ تیزی سے بولا۔ ''آپ نے کہا آپ تالیہ مراد کے وکیل ہیں؟''

''جی۔ میں ان کا وکیل ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ ان کی تلاش میں ہیں لیکن میں آپ کو وارن کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے میری کلائنٹ کو کسی.....'' شور کے باعث آواز کٹنے لگی۔

''آپ ایک مفرور ملزمہ سے رابطے میں ہیں؟ واؤ۔'' وہ چہرہ جھکائے بات کرتا دروازے کے قریب چلا گیا جہاں رش کم تھا اور سگنل بہتر تھے۔

''دیکھیں اشعر صاحب..وہ میری کلائنٹ ہیں۔اور میں ان کی ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست دائر کر رہا ہوں۔تالیہ نے آپ کی بہن کا قتل نہیں کیا تھا۔یہ ایک غلط فہمی تھی۔''

''اسی لیے وہ اتنے سال غائب رہی؟''سگنل کمزور تھے اور آواز پھر سے کٹنے لگی تو وہ ریستوران سے باہر نکل آیا۔ایک محتاط نظر وان فاتح پہ بھی ڈالی جو اپنے مہمانوں کے ساتھ مصروف تھا۔آواز بہتر ہوئی تو وہ اسی درشتی سے کہنے لگا۔

''ہم مل بیٹھ کے اس معاملے کو حل کر سکتے ہیں۔میں تالیہ کو آپ سے بات کرنے پہ راضی کر سکتا ہوں۔وہ صرف پردھان منتری سے ایک دفعہ ملنا چاہتی ہے۔''

''میری تالیہ مراد سے بات اب کورٹ میں ہوگی۔''وہ ریستوران کے برآمدے کے اسٹیپ پہ کھڑا درشتی سے کہہ رہا تھا۔آنکھوں میں تنفر تھا۔نظریں سامنے سڑک پہ گزرتی گاڑیوں پہ جمی تھیں۔ان کے پار ایک پلازہ تھا جس کی کچھ دکانیں بند ہو چکی تھیں اور کچھ کھلی تھیں۔

''اشعر صاحب پلیز....اس کا حق ہے کہ اسے سنا جائے۔''

لیکن اشعر محمود اس کو نہیں سن رہا تھا۔اس کی نظریں سڑک کے پار جم گئی تھیں۔وہاں درخت کے ساتھ ایک ہڈ والا نسوانی وجود کھڑا تھا۔اسٹریٹ پول کی روشنی اس کے چہرے پہ پڑ رہی تھی۔گردن ذرا ترچھی تھی جیسے وہ ریستوران کی شیشے کی دیوار کے پار شالی حصے کو دیکھ رہی تھی۔یہاں سے اس کی آنکھیں نہیں دکھائی دیتی تھیں لیکن....اشعر نے رخ پھیر کے دیکھا...وہ اندر سے نظر آتے فاتح کو دیکھ رہی تھی....سائے میں کھڑی لڑکی....جیبوں میں ہاتھ ڈالے....ہڈ سر پہ گرائے...اشعر نے کال کاٹی اور دھیرے سے سیکیورٹی آفیسر کا نمبر ملایا۔پھر فون کان سے لگائے آگے بڑھا۔

ابھی اس نے ایک طرف کی سڑک پار کی تھی جب ہڈ والی لڑکی نے اسے دیکھ لیا۔درمیان میں دو تین گاڑیاں زن سے گزریں اور اس نے لڑکی کو مڑ کے بھاگتے ہوئے دیکھا۔وہ کسی بھی شے کی پرواہ کیے بغیر اس کے پیچھے دوڑا۔

گاڑیوں کے ہارن چیخے۔بریک چرچرائے۔وہ سڑک کنارے آگے بھاگتی جا رہی تھی۔اشعر پوری رفتار سے اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔فون کان سے لگا تھا اور سیکیورٹی آفیسر کا نمبر بزی مل رہا تھا۔(فون اٹھاؤ' ایڈیٹ۔)

وہ ایک موڑ مڑ کے غائب ہو گئی۔وہ تیزی سے دوسری طرف آیا تو ایک جھلک سی دکھائی دی۔سامنے والی عمارت کے زیر زمین پارکنگ کی طرف اس نے ایک ہیولے کو گم ہوتے دیکھا تھا۔ایک سیکنڈ کا عمل تھا۔وہ تیزی سے پارکنگ ایریا کی طرف بھاگا۔

اندر دور دور تک گاڑیاں دکھائی دے رہی تھیں۔بھاری ستونوں نے پارکنگ لاٹ کی چھت کو سہارا دے رکھا تھا۔مدھم

بتیاں روشن تھیں۔ سناٹا چھایا تھا۔ دور دور تک اس کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔

''تالیہ....'' اس نے بلند آواز میں پکارا اور احتیاط سے قدم اٹھاتا آگے بڑھنے لگا۔ ''مجھے معلوم ہے تم کسی ستون کے پیچھے چھپی ہو۔ اب چھپنے کا وقت ختم ہو چکا ہے۔'' وہ اسے پکار رہا تھا۔ فون اب نیچے کر دیا تھا۔

نظریں ادھر ادھر تعاقب میں دوڑ رہی تھیں۔

''باہر آجاؤ.... اب تمہارے پاس کوئی راہ فرار نہیں ہے۔'' اس کی آواز پارکنگ لاٹ کی دیواروں سے پلٹ پلٹ کے سنائی دینے لگی۔

''تالیہ.... تم اگر...''

وہ ایک قدم آگے بڑھا اور جانے کس ستون کے پیچھے سے وہ نکل کے آئی اور پورے قوت سے اپنا بیگ اس کے منہ پہ مارا۔ وہ پلٹ کے پیچھے کو جا گرا۔ وہ بھاگنے لگی لیکن اشعر نے اس کو ٹخنے سے پکڑ کے کھینچا۔ وہ لڑھک کے نیچے جا گری۔ پھر وہ اٹھنے لگی جب اشعر نے اسے کندھوں سے دبوچ کے نیچے گرایا۔ تالیہ نے زور سے اپنا سر اس کے منہ پہ مارا۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ اشعر چکرا گیا۔ گرفت ڈھیلی پڑی۔ دونوں کے چہروں سے خون کے فوارے پھوٹے۔

''مجھے اکیلا چھوڑ دو۔'' وہ غرائی اور زوردار مکا اس کے منہ پہ مارا۔

اس کی مٹھی میں کچھ تھا اس لیے مکے کی شدت بہت زور سے محسوس ہوئی۔ اشعر محمود کا سارا وجود چکرا گیا۔ وہ اوندھا ہو کے زمین پہ جا گرا۔ وہ اٹھی اور اس کے سر کی پشت پہ ایک ضرب مزید لگائی۔ اشعر کا دماغ اندھیروں میں ڈوبتا گیا۔ ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

چند منٹ بعد اس کے حواس بحال آئے اور اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا.... وہ تنہا وہاں پڑا تھا۔ وہ کہنیوں کے بل اٹھا اور منہ سے نکلتا خون آستین سے پونچھا۔ فون مسلسل بج رہا تھا۔ اس نے اسکرین پہ وقت دیکھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ تین چار منٹ ہی بے ہوش رہا ہو گا۔

''میں ادھر سامنے پلازہ کی پارکنگ میں ہوں۔ وہ ابھی یہیں تھی۔ زیادہ دور نہیں گئی ہو گی۔'' اس کا سر چکرا رہا تھا۔ بدقت کھڑے ہوتے ہوئے اس نے فون پہ ہدایات جاری کیں۔ ''ارد گرد کے تمام سی سی ٹی وی کیمراز کا جائزہ لو۔ وہ کس سمت میں گئی ہے۔ اس کو ٹریس کرو۔'' وہ غصے سے غراتا ہوا اٹھا اور ٹائی ڈھیلی کی۔

''اسے ٹریس کرنا اتنا مشکل نہیں تھا سر۔''

کچھ دیر بعد وہ سڑک کنارے ایک سیاہ شیشوں والی کار میں بیٹھا تھا۔ آئس بیگ ماتھے پہ رکھے وہ غور سے سیکیورٹی آفیسر کو

سن رہا تھا جو فاتحانہ انداز میں بتا رہا تھا۔

''سامنے والی دکان کے کیمرے میں وہ ٹیکسی پہ سوار ہوتی نظر آئی تو ہم نے ٹیکسی کو چند بلاک دور تک ٹریس کرلیا۔اس نے ٹیکسی بدل لی اور دوسری میں سوار ہوگئی۔ہم نے ٹریفک کیمراز سے اس کو بھی ٹریس کرلیا اور فی الحال اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔وہ زیادہ دور نہیں جا سکے گی۔'' پھر اس کی زخمی حالت دیکھی۔اشعر کے ماتھے پہ گومڑ بن چکا تھا اور ناک سے بہتا خون اب بمشکل رکا تھا۔''آپ ٹھیک ہیں؟''

''ہاں۔میں گر گیا تھا۔اس لیے۔''

سیکیورٹی آفیسر زیر لب مسکرایا۔دفعتاً اس کے کان میں لگے آلے میں آواز سنائی دی۔اس نے دھیان سے سنا اور پھر فاتحانہ انداز میں مسکرا دیا۔

''مبارک ہو' سر۔تالیہ مراد کو سگنل پہ روک کے ٹیکسی سے نکال کے گرفتار کرلیا گیا ہے۔''

اشعر کا آئس بیگ والا ہاتھ نیچے گر گیا۔وہ ششدر سا اسے دیکھنے لگا۔یقین نہیں آیا تھا۔

''تمہیں یقین ہے وہ تالیہ ہی ہے؟''

''جی سر۔اور اس کے ماتھے سے بھی خون بہہ رہا ہے۔شاید وہ بھی گری تھی۔''

''میں نے اسے گرایا تھا۔'' وہ نفرت سے پھنکارا اور آئس بیگ پرے ڈال دیا۔اس کا چہرہ بیک وقت کئی جذبات کی آماجگاہ بن چکا تھا۔''مجھے یقین نہیں آیا۔مجھے ثبوت دکھاؤ۔''

آفیسر نے موبائل پہ اپنے ایک اہلکار کو ویڈیو کال ملائی اور پھر اسکرین اس کے سامنے کی۔وہاں وہ اہلکار زخمی چہرے والی تالیہ مراد کو پولیس کار میں بٹھاتے دکھائی دے رہے تھے۔وہ تالیہ ہی تھی۔وہ واقعی تالیہ ہی تھی۔

وان فاتح جس وقت گھر میں داخل ہوا لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھی جولیانہ (جو اینٹی سوشل ہونے کے باعث سالگرہ پہ نہیں گئی تھی) تیزی سے اس کی طرف لپکی۔اس کا چہرہ فق تھا۔

''ڈیڈ.....تالیہ مراد اریسٹ ہوگئی ہے۔''

اس فقرے نے فاتح کو بالکل گنگ کردیا۔اس کی ششدر نظریں ٹی وی اسکرین کی طرف اٹھیں۔

''ایک حیرت انگیز ٹوئسٹ۔قریباً چھ سال بعد عصرہ محمود کے قتل کی ملزمہ تالیہ مراد منظر عام پہ آگئیں۔'' اسکرین پہ نظر آتی رپورٹر جوش سے بتا رہی تھی۔

''پولیس نے تالیہ مراد کو مخبری کے بعد ایک ٹیکسی سے سرِراہ گرفتار کرلیا۔آپ کو بتاتے چلیں کہ تالیہ مراد کو عصرہ محمود کے قتل

کیس میں پولیس کی طرف سے اشتہاری قرار دے دیا گیا تھا۔اور چھے برس تک پولیس ان کو پکڑنے میں ناکام رہی تھی۔لیکن بالآخر پولیس کی کوششیں رنگ لائیں اور تالیہ گرفتار ہوگئیں۔یاد رہے کہ وہ ایک زمانے میں پردھان منتری کی چیف آف اسٹاف اور فیملی فرینڈ ہوا کرتی تھیں۔تالیہ مراد اس وقت ایک معروف سوشلائیٹ اور آرٹسٹ بھی تھیں جو.....''

پیچھے ٹی وی اسکرین پہ پولیس اسٹیشن کے خصوصی مناظر دکھائی دے رہے تھے جہاں ایک سیاہ ہڈی والی لڑکی کو پولیس کار سے نکال کے اندر لے جایا جا رہا تھا۔اس کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں تھیں۔اندر لے جاتے ہوئے اس نے ذرا سا چہرہ موڑ کے پیچھے کھڑے کیمروں اور رپورٹرز کے ہجوم کو دیکھا اور پھر گردن موڑ لی۔وہ اسے اندر لے گئے۔چھے سیکنڈ کا یہ کلپ چینل والے بار بار دکھا رہے تھے۔اور وہ اسے بار بار دیکھ رہا تھا۔

چھے سال بعد آج بھی وہ چہرہ ویسا ہی تھا۔وہی بال۔وہی غزال آنکھیں۔لب کاٹتے جھکایا ہوا سر۔ماتھے سے بہتا خون۔

وہ ششدر سا لاؤنج کے وسط میں کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔چھے سال درمیان سے غائب ہوگئے تھے۔

''اب کیا ہوگا ڈیڈ؟'' وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔آج وہ جولیانہ کو تسلی نہیں دے سکتا تھا۔بدقت اتنا ہی بولا۔

''سب ٹھیک ہو جائے گا جولی۔کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ریلیکس۔'' جیب سے فون نکالتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا۔

بنداہارا کو ایک قیدی سے ملاقات کا انتظام کرنا تھا۔

☆☆=========☆☆

پولیس اسٹیشن کے باہر مختلف نیوز نیٹ ورکس کی ڈی ایس این جیز کھڑی نظر آرہی تھیں۔سڑک پہ رپورٹرز اور کیمرہ مینوں کا رش لگا تھا۔کیمرہ لائٹس سے رات میں دن کا سا سماں لگتا تھا۔پولیس نے پٹی لگا کے حد بندی کر رکھی تھی اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔

ایک انٹیروگیشن روم میں میز کے دونوں اطراف ایک ایک کرسی رکھی تھی۔ایک طرف آئینے کی دیوار تھی۔ایک کرسی پہ بیٹھی ہڈ والی لڑکی ماتھا میز پہ ٹکائے ہوئے تھی۔تبھی دروازہ کھلا اور پولیس اسٹیشن کا شور پولیس کمشنر کے ساتھ اندر آیا۔اگلے ہی لمحے کمشنر نے دروازہ بند کیا تو شور کا راستہ بھی رک گیا۔وہ سانولی رنگت اور سپاٹ چہرے والا کمشنر آستینیں چڑھائے' ایک فائل لیے خالی کرسی تک آیا۔نظریں تالیہ پہ جمی تھیں۔

''آپ کی مرہم پٹی کر دی گئی ہے۔امید ہے اب آپ بہتر محسوس کر رہی ہوں گی۔''

اس نے سر اٹھایا۔تیز روشنیوں سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ماتھے پہ سلوٹیں تھیں۔چہرے پہ بے بسی کے ساتھ غصہ بھی تھا۔ماتھے اور گال پہ بینڈ ایج لگا تھا اور ہاتھ پہ پٹی بندھی تھی۔چند لٹوں پہ خون جما نظر آرہا تھا۔آنکھ کے قریب چوٹ لگنے